مدلل و تخریج شدہ

قربانی

کے فضائل و مسائل

دلائل و عباراتِ فقہیہ کے ساتھ

قربانی کی حقیقت
اور تجدد پسندوں کی غلط فہمی کا ازالہ

کیا چوتھے دن کی قربانی بھی اسلام میں ہے؟
.......نہیں

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف کون؟
..............دینی مدارس کے طلبہ

عید کی نماز کا طریقہ اور مسبوق کے مسائل

نمازِ عید میں زائد تکبیریں کتنی ہیں......؟ چھ

خصی جانور کی قربانی ؟..........افضل ہے

مُرتب

حضرت مولانا مُفتی احمد مُمتاز صاحب

تلمیذِ رشید

حضرت مولانا مُفتی رشید احمد لُدھیانوی

خلیفۂ مُجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب



ناشر تعمیر معاشرہ جامعہ خُلفائے راشدین
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب کی چند کتابیں



ناشر تعمیر معاشرہ جامعہ خُلفائے راشدین
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

اس عشرہ کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

قرآنِ کریم میں سورۃ الفجر کی آیت ''وَلَيَالٍ عَشْرٍ'' (اوردس راتوں کی قسم) سے امام قرطبی اورکئی دوسرے مفسرین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کی دس راتوں کومرادلیا ہے۔

قال العلامة ابن كثير رحمه الله تعالىٰ : والليالي العشر: المراد بها عشر ذى الحجة۔ كما قاله ابن عباس وابن الزبير ومجاهد وغير واحد من السلف والخلف۔ وقد ثبت فى صحيح البخارى عن ابن عباس مرفوعا: ما من أيام العمل الصالح أحب إلى الله فيهن من هذه الأيام يعنى عشر ذى الحجة قالوا: ولا الجهاد فى سبيل الله؟ قال: ولا الجهاد فى سبيل الله؟ قال: ولا الجهاد فى سبيل الله إلا رجلا خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع من ذلك بشىء۔(تفسير ابن كثير ٤/٥٠٥،ط:قديمى)

وقال العلامة القرطبى رحمه الله تعالىٰ : وَلَيَالٍ عَشْرٍ أى ليال عشر من ذى الحجة۔ وكذا قال مجاهد والسدى والكلبى فى قوله : وَلَيَالٍ عَشْرٍ هو عشر ذى الحجة۔(الجامع لاحكام القرآن للقرطبى ٣٦/٢٠،ط:رشيديه)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس (ذی الحجہ کے) دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہاں! وہ شخص جو اپنی جان اور مال لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا پھران میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آیا (یعنی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نثار کردیا تو یہ ان دنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔

وعن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من أيام العمل الصالح فيهن أحب إلى الله من هذه الأيام العشرة قالوا: يا رسول الله ولا الجهاد فى سبيل الله قال: ولا الجهاد فى سبيل الله إلا رجل خرج بنفسه وماله فلم يرجع من ذلك بشىء۔ رواه البخارى(مشكوة ١٢٧،١٢٨،ط:قديمى)

..........قال و سئل(رسول الله ﷺ)عن صوم يوم عرفة فقال: يكفر السنة الماضية والباقية۔(مسلم ٣٦٨/١،ط:قديمى)

رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (۹/ذی الحجہ) کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (۹/ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

عن ام سلمة رضى الله تعالىٰ عنها:ان النبى ﷺ قال : اذا رأيتم هلال ذى الحجة واراد احدكم ان يضحى فليمسك عن شعره واظفاره۔

(مسلم ١٦٠/٢،ط:قديمى)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب ذی الحجہ کا چاند نظر آئے (یعنی ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے) اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ جسم کے کسی حصے کے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

مسئلہ : قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹے اور سر، بغل اور ناف کے نیچے بلکہ بدن کے کسی حصے کے بال بھی نہ کاٹے، لیکن ایسا کرنا مستحب ہے ضروری نہیں۔

مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان ''عشرہ ذی الحجہ میں ناخن وغیرہ نہ کاٹنے کی حیثیت'' کے تحت فرماتے ہیں:

یہ استحباب صرف قربانی کرنے والوں کے ساتھ خاص ہے، وہ بھی اس شرط سے کہ زیرِ ناف اور بغلوں کی صفائی اور ناخن کاٹے ہوئے چالیس روز نہ گزرے ہوں، اگر چالیس روز گزر گئے ہیں تو امورِ مذکورہ کی صفائی واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۷/۴۹۷، ط:سعید)

قربانی کی اہمیت

قربانی قدیم ترین شعائرِ دین میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے اس عملِ قربانی کو اپنے تقرب کا ذریعہ بنایا، جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكاً ـ[الحج :٣٤] ''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کے عمل کو عبادت بنایا''۔

بہرحال قربانی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایک بہترین عمل ہے، اس کا ثبوت قرآنِ مجید کے قطعی دلائل، احادیثِ متواترہ اور امت مسلمہ کے مسلسل عملی تواتر سے ہے۔

قال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ :ولنا ان النبی ﷺ ضحی والخلفاء بعده، ولو علموا ان الصدقة افضل لعدلوا الیها، قال ابن عمر: ضحی رسول الله ﷺ والمسلمون من بعده، وجرت به السنة، رواه ابن ماجة (٢٣٢) وسنده حسن، وصح عنه ﷺ انه قال:''من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا'' وقال تعالیٰ :﴿ ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله علی ما رزقهم من بهيمة الانعام﴾ وفی كل ذلك اشعار بكون الاضحية من شعائر الله والاسلام۔(اعلاء السنن ١٧/٢٨٢،ط:ادارة القرآن)

قرآن وحدیث اور قربانی

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ [الکوثر:٢]''سو آپ نماز (عید) پڑھیے اور قربانی کیجیے''۔

رئیس المفسرین حضرت ابن عباس، حسن بصری، مجاہد اور عکرمہ تابعی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:ای فاذبح یوم النحر کہ آپ عید کے دن قربانی کیجیے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله وانحر قال يقول : فاذبح يوم النحر۔(السنن الكبری للبيهقی ٩/٢٥٩،ط:اداره تاليفات)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ''وانحر'' سے اونٹ وغیرہ کی قربانی مراد لی ہے اور اس تفسیر کو ابن عباس، عطاء، حسن بصری، قتادہ، ضحاک اور دوسرے بہت سے سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

قال العلامة ابن كثير رحمه الله تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ ﴿وانحر﴾: وانحر علی اسمه وحده لا شريك له۔ كما قال تعالی: قُلْ إِنَّ صَلَاتِي

وَنُسُكِي وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ۔قال ابن عباس وعطاء ومجاهد وعكرمة والحسن: يعنی بذلك نحر البدن ونحوها۔ وكذا قال قتادة ومحمد بن كعب القرظی والضحاك والربيع وعطاء الخراسانی والحكم وسعيد بن أبی خالد وغير واحد من السلف۔(تفسير ابن كثير ٤/٥٥٨،ط:قديمی)

تنبیہ : ''وانحر'' سے سینہ پر ہاتھ باندھنا مراد لینا غلط ہے اور اس سلسلے میں جتنی روایات ہیں سب ضعیف اور کمزور ہیں۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُم۔[الحج :٣٧]

ترجمہ :اللہ تعالیٰ کے پاس نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے، نہ ان کا خون ولیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

قربانی کے متعلق احادیث

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت :قال رسول الله ﷺ ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر احب الی الله من اهراق الدم وانه ليأتی يوم القيامة بقرونها وأشعارها واظلافها وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع بالارض فطيبوا بها نفسا۔رواه الترمذی وابن ماجة۔(مشكوة ١٢٨،ط:قديمی)

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے دن قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ لایا جائے گا اور ذبح کرتے وقت کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے تو خوب خوشی سے اور دل کھول کر قربانی کیا کرو۔

عن زيد بن ارقم ﷺ قال: قال اصحاب رسول الله ﷺ يا رسول الله! ما هذه الاضاحی؟ قال سنة ابيكم ابراهيم عليه السلام قالو فما لنا فيها يا رسول الله؟ قال بكل شعرة حسنة۔قالوا: فالصوف يا رسول الله؟ قال: بكل شعرة من الصوف حسنة۔رواه احمد وابن ماجة۔(مشكوة ١٢٩،ط:قديمی)

(۲) حضرت زید بن ارقم ﷺ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا کہ یا رسول

اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے والد (جدِ امجد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہمارے لیے اس میں کیا (فائدہ) ہے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (قربانی کے جانور کے) ہر ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر اون کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اون کے ہر بال (ریشے) کے بدلے میں بھی ایک نیکی ہے۔

عن أنس: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم انكفأ إلى كبشين أقرنين أملحين فذبحهما بيده (بخاری ۸۳۳/۲، ط: قدیمی)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے مدینہ طیبہ میں مینڈھوں کی قربانی کی۔

حدثني جندب بن سفيان قال: شهدت الأضحى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يعد أن صلى وفرغ من صلاته سلم فإذا هو يرى لحم أضاحي قد ذبحت قبل أن يفرغ من صلاته فقال: من كان ذبح أضحيته قبل أن يصلي أو نصلي فليذبح مكانها أخرى ومن كان لم يذبح فليذبح باسم الله۔

(مسلم ۱۵۳/۲، ط: قدیمی)

(۴) حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں ہمیں عید کی نماز پڑھائی، آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ بعض لوگوں نے نمازِ عید سے قبل ہی قربانی کرلی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں دوبارہ قربانی کرنا ہوگی۔

عن ابن عمر قال: أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة عشر سنين يضحي۔ هذا حديث حسن۔ (ترمذی ۲۷۷/۱، ط: سعید)

(۵) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پورے دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور بلا ناغہ ہر سال قربانی کرتے رہے۔

امت مسلمہ کا عمل اور قربانی

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ماننے والے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے متبعین، امام اوزاعی، سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ حضرات کے نزدیک قربانی ہر مالدار مسلمان پر واجب ہے۔

قال العلامة العيني رحمه الله تعالىٰ: فعن هذا قال أبو حنيفة بوجوب الأضحية وبه قال محمد وزفر والحسن وأبو يوسف في رواية وهو قول مالك والليث وربيعة والثوري والأوزاعي وعن أبي يوسف: إنها سنة وبه قال الشافعي وأحمد وهو قول أكثر أهل العلم وذكر الطحاوي: إن على قول أبي حنيفة واجبة وعلى قول أبي يوسف ومحمد: سنة مؤكدة۔

(عمدة القاری ۳۰۵/۵، ط: دار احیاء التراث)

ذهب أبو حنيفة ومالك والثوري إلى أن الأضحية واجبة على الموسر لقوله تعالى: فصل لربك وانحر وذهب الجمهور إلى أنها سنة مؤكدة۔ والأولى عدم تركها لمن قدر عليها لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا۔

(تيسير العلام شرح عمدة الاحكام ۲۵۲/۱، ط: قاهرة)

ایک غلط فہمی اور اسکا ازالہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قوم کا اتنا روپیہ جو تین دن میں جانوروں کے ذبح پر ہر سال فضول اور بے جا خرچ ہوجاتا ہے اس کا کوئی مفاد نظر نہیں آتا اگر یہی پیسہ رفاہی اور قومی مفادات پر لگایا جائے تو بہت فائدہ ہوگا اور غرباء ومساکین اپنی ضرورت اور حاجت کے مطابق ان رقوم کو جہاں چاہیں گے لگا دیں گے اور مال دینے والا بھی صدقہ کے ثواب سے محروم نہیں رہے گا؟

جواب: (۱) اس دنیا میں جیسے جسمانی صحت کے لیے مختلف غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر غذا کی اپنی جگہ ایک خاصیت ہے، جیسے مختلف کھانے اور انواع واقسام کے پھل وغیرہ، اب اگر کوئی شخص روٹی کی جگہ صرف پانی پر ہی گزارا کرے تو اس کی غذائی ضرورت ہرگز پوری نہ ہوگی بلکہ پانی اپنی جگہ ضروری ہے اور اس کی اپنی تاثیر وخاصیت ہے اور روٹی کے اپنے فوائد ہیں، اسی طرح روحانی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف غذائیں مقرر کی ہیں، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، قربانی، ان میں سے ہر عمل کی اپنی جگہ فرضیت، خاصیت اور ثواب ہے اور ہر عبادت کے الگ الگ مواقع ہیں، اب اگر کوئی شخص روزہ کی جگہ

نماز ہی پڑھے تو نماز کا فائدہ ہوگا لیکن روزے کا نہیں، اسی طرح ''اراقہ'' (قربانی کرنا) جدا حیثیت رکھتا ہے اور صدقہ جدا حیثیت، اگر کوئی شخص قربانی کے دنوں میں قربانی نہ کرے اور سارا مال صدقہ کردے تو اس کو صدقے کا ثواب تو ملے گا لیکن قربانی کے فضائل سے محروم ہی رہے گا اور قربانی کے عظیم عمل کے فوائد اور روحانیت اسے ہرگز حاصل نہ ہوگی۔

(٢) شکل کے بدلنے سے اثرات اور روح بدلتی ہے، مثلاً اونٹ اور بکری کی روح الگ ہے اور گدھے اور کتے کی الگ، اب جو بکری ہے وہ گدھے کی طرح آواز نہیں نکالے گی بلکہ بکری ہی کی طرح آواز نکالے گی اور اگر شکل وصورت بدل جائے گی تو اس کی روح بھی بدل جائے گی، جیسے گائے ہے تو وہ گائے ہی کی آواز نکالے گی نہ کہ گدھے اور بکری کی، ایسے ہی ہر عبادت کی ایک شکل ہے اور ایک اس کی روح ہے، روح تب ہی حاصل ہوگی جب شکل اس عبادت کی ہوگی، مثلاً اگر ہم صدقہ کریں گے تو صدقے کی روحانیت حاصل ہوگی اور نماز پڑھیں گے تو اس کی الگ روحانیت ہے، بالکل اسی طرح قربانی کی شکل کو قائم کر کے قربانی کی روحانیت حاصل ہوگی، یعنی اگر قربانی کے ایام میں سارا مال صدقہ کر دیا جائے تو بھی قربانی کے فوائد اور ثمرات اور فضائل سے ہم یکسر محروم ہی رہیں گے اور ادنیٰ قربانی کے برابر بھی ہمیں ثواب حاصل نہ ہو سکے گا۔

(٣) جس طرح ہر دوا میں خاص تاثیر ہوتی ہے اور وہ دوا مخصوص امراض کے خاتمے کی صلاحیت رکھتی ہے نہ کہ ہر مرض کی، جیسے سر درد کے لیے لی جانے والی گولی سے سر کا درد ہی ختم ہو سکے گا نہ کہ پیٹ کا درد، اسی طرح ہر عبادت کے بھی اپنے فوائد اور ثمرات ہیں اور ہر عبادت مخصوص رذائل اور برائیوں کو ختم کرتی ہے، جیسے صدقہ سے آدمی کے اندر سخاوت کی صفت پیدا ہوتی ہے اور بخل زائل ہوتا ہے یوں ہی قربانی سے اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے لیے قربان کرنے، بہادری اور شجاعت کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور بزدلی، نفس اور خواہشات کی محبت ختم ہوتی ہے، جو کہ سارا مال صدقہ کر دینے سے حاصل نہیں ہوتی۔

پس ثابت ہوا کہ قربانی اپنی جگہ ایک عظیم عمل ہے اور صدقہ اپنی جگہ۔ ایامِ قربانی میں

اس قربانی سے بڑھ کر کوئی ثواب والا عمل نہیں، اور جس طرح ہمیں نماز کی روحانیت کی ضرورت ہے اسی طرح قربانی کی روحانیت کی بھی ضرورت ہے۔

قال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ :ولنا ان النبی ﷺ ضحی والخلفاء بعده، ولو علموا ان الصدقة افضل لعدلوا اليها، قال ابن عمر: ضحی رسول الله ﷺ والمسلمون من بعده، وجرت به السنة، رواه ابن ماجة (٢٣٢) وسنده حسن، وصح عنه ﷺ انه قال:"من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا" وقال تعالیٰ :﴿ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام﴾ وفی كل ذلك اشعار بكون الاضحية من شعائر الله والاسلام۔(اعلاء السنن ١٧/٢٨٢،ط:ادارة القرآن)

''تکبیراتِ تشریق''

مسئلہ : ٩/ ذی الحجہ کی فجر سے ١٣/ ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک بار تکبیرات تشریق یعنی ''اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ'' کہنا واجب ہے، اور یہ تکبیریں ہر مسلمان پر واجب ہیں خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد اور خواہ مقیم ہو یا مسافر، مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی۔ البتہ عورت آہستہ آواز سے کہے اور مرد درمیانی آواز سے، یہ تکبیریں جمعہ اور ہر فرض نماز کے بعد بھی کہیں۔ صحیح قول کے مطابق عید کی نماز کے بعد بھی کہی جائیں۔ مسبوق ولاحق بھی بقیہ نماز سے فراغت پر تکبیریں کہیں گے۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : (ويجب تكبير التشريق) فی الأصح للأمر به (مرة) وإن زاد عليها يكون فضلا قاله العينی ۔صفته(الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد) هو المأثور عن الخليل ۔والمختار أن الذبيح إسماعيل ۔وفی القاموس أنه الأصح قال : ومعناه مطيع الله (عقب كل فرض) عينی بلا فصل يمنع البناء (أدی بجماعة) أو قضی فيها منها من عامه لقيام وقته كالأضحية (مستحبة) خرج جماعة النساء والغزاة لا العبيد فی الأصح جوهرة أوله(من فجرعرفة) وآخره (إلی عصر العيد) بإدخال الغاية فهی ثمان صلوات ووجوبه (علی إمام مقيم) بمصر (و) علی مقتد (مسافر أو قروی أو امرأة) بالتبعية لكن

المرأة تخافت ويجب على مقيم اقتدى بمسافر (وقالا بوجوبه فور كل فرض مطلقا) ولو منفردا أو مسافرا أو امرأة لأنه تبع للمكتوبة (إلى) عصر اليوم الخامس (آخر أيام التشريق وعليه الاعتماد) والعمل والفتوى في عامة الأمصار وكافة الأمصار ـ ولا بأس به عقب العيد لأن المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم وعليه البلخيون ولا يمنع العامة من التكبير في الأسواق في الأيام العشر وبه نأخذ بحر ومجتبى وغيره (ويأتي المؤتم به) وجوبا(وإن تركه إمامه) لأدائه بعد الصلاة ـ

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله عقب كل فرض عيني) شمل الجمعة ....(الشاميه ۲/۱۷۷...... ۱۸۰،ط:سعيد)

وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ :وهذا كله عند أبي حنيفة أخذا من قول عليّ "لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع" فإن المراد بالتشريق التكبير كما قدمناه ؛لأن تشريق اللحم لا يختص بمكان دون مكان وأما عندهما فهو واجب على كل من يصلي المكتوبة ؛ لأنه تبع لها فيجب على المسافر والمرأة والقروي قال في السراج الوهاج والجوهرة والفتوى على قولهما في هذا أيضا فالحاصل أن الفتوى على قولهما في آخر وقته وفيمن يجب عليه ـ(البحر الرائق ۲/۲۸۹،۲۹۰،ط:رشيديه)

في الهندية : وكذا يجب على المسبوق ويكبر بعد ما قضى ما فاته ـ
(الفتاوى الهندية ، ۱/۱۵۲،ط:رشيديه)

مسئلہ : یہ تکبیریں سلام پھیرنے کے متصل بعد واجب ہیں اس لیے اگر سلام پھیر کر کوئی ایسا کام کرلیا جو نماز کے منافی ہے مثلاً آواز سے ہنس پڑا یا عمداً وضو توڑ دیا یا کلام کرلیا۔ خواہ عمداً ہو یا سہواً یا مسجد سے نکل گیا یا کھلے میدان میں نماز پڑھی اور صفوں سے باہر نکل گیا ان تمام صورتوں میں تکبیریں ساقط ہوجائیں گی اس پر استغفار ضروری ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : وأما محل أدائه فدبر الصلاة وفورها من غير أن يتخلل ما يقطع حرمة الصلاة حتى لو ضحك قهقهة أو أحدث متعمدا أو تكلم عامدا أو ساهيا أو خرج من المسجد أو جاوز الصفوف في الصحراء لا يكبر ؛لأن التكبير من خصائص الصلاة حيث لا يؤتى به إلا عقب الصلاة فيراعى لإتيانه حرمتها وهذه العوارض تقطع

حرمتها ولو صرف وجهه عن القبلة ولم يخرج من المسجد ولم يجاوز الصفوف أو سبقه الحدث يكبر ؛لأن حرمة الصلاة باقية والأصل أن كل ما يقطع البناء يقطع التكبير وما لا فلا ـ(البحر الرائق ۲/۲۸۸،۲۸۹،ط:رشيديه)
ومثله في الشاميه ۲/۱۷۹،ط:سعيد ـ

مسئلہ : اگر سلام پھیر کر چہرہ قبلے سے پھیر لیا اور مسجد سے نہیں نکلا یا میدان میں نماز پڑھ کر صفوں کی حدود سے ابھی نہیں نکلا یا سلام کے بعد بلا قصد وضو ٹوٹ گیا تو تکبیریں کہنے کے لیے وضو کرنا ضروری نہیں۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : ولو صرف وجهه عن القبلة ولم يخرج من المسجد ولم يجاوز الصفوف أو سبقه الحدث يكبر ؛ لأن حرمة الصلاة باقية والأصل أن كل ما يقطع البناء يقطع التكبير وما لا فلا ـ
(البحر الرائق ۲/۲۸۹،ط:رشيديه)

قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ :ولو خرج من المسجد أو تكلم عامدا أو ساهيا أو أحدث عامدا سقط عنه التكبير ـ وفي الاستدبار عن القبلة روايتان ـ ولو أحدث ناسيا بعد السلام قبل التكبير الأصح أنه يكبر ولا يخرج للطهارة ـ(فتح القدير۲/ ۵۰،ط:رشيديه قديم)

مسئلہ : مقتدی امام کے ساتھ تکبیریں کہیں، اگر امام بھول جائے تو مقتدی تکبیر کہہ دیں۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : لو تركه الإمام فعلى القوم أن يأتوا به كسامع السجدة مع تاليها بخلاف ما إذا لم يسجد الإمام للسهو فإنهم لا يسجدون ـ قال يعقوب صليت بهم المغرب يوم عرفة فسهوت أن أكبر بهم فكبر بهم أبو حنيفة رحمه الله ـ(البحر الرائق ۲/۲۹۰،ط:رشيديه)
(ومثله في الشاميه ۲/۱۸۰،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر ایامِ تشریق کی کوئی نماز قضاء ہوگئی اور ایامِ تشریق ہی میں اس کی قضاء کی تو اس کے بعد بھی تکبیریں کہنا ضروری ہے البتہ اگر سابقہ ایام کی قضاء نمازیں ایامِ تشریق میں پڑھیں یا ایامِ تشریق کی قضاء نمازیں ان ایام کے گزر جانے کے بعد پڑھیں تو تکبیریں نہ کہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله أو قضى فيها الخ) الفعل مبني للمجهول معطوف على أدى والمسألة رباعية: فأيتة غير العيد قضاها

فی أيام العيد، فأيتة أيام العيد قضاها فی غير أيام العيد، فأيتة أيام العيد قضاها فی أيام العيد من عام آخر، فأيتة أيام العيد قضاها فی أيام العيد من عامه ذلك، ولا يكبر إلا فی الأخير فقط كذا فی البحر، (فقوله أو قضی فيها) أی فی أيام العيد احترازا عن الثانية و(قوله منها) أی حال كون المقضية فی أيام العيد من أيام العيد احترز به عن الأولی (وقوله من عامه) أی حال كون أيام العيد التی تقضی فيها الصلاة التی فاتت فی أيام العيد من عام الفوات احترز به عن الثالث اهـ ح۔(الشاميه ۲/۱۷۹،ط:سعيد)ومثله فی البحر الرائق ۲/۲۹۰،ط:رشيديه

مسئلہ : *تکبیریں ایک بار کہی جائیں یا زائد بار؟ اس میں اختلاف ہے، ایک سے زائد بار کہنے کو بعض خلافِ سنت فرماتے ہیں اور بعض جائز، اختلاف سے بچنے کے لئے ایک بار سے زیادہ نہیں کہنا چاہیے۔*

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ :(قوله: وإن زاد الخ) أفاد أن قوله مرة بيان للواجب لكن ذكر أبو السعود أن الحموی نقل عن القراحصاری أن الإتيان به مرتين خلاف السنة اهـ قلت: وفی الأحكام عن البرجندی ثم المشهور من قول علمائنا أنه يكبر مرة وقيل ثلاث مرات۔

(الشاميه ۲/۱۷۸،ط:سعيد)

(ومثله فی تبيين الحقائق ۱/۲۲۷،ط:امداديه)

نصابِ قربانی اور قربانی کے وجوب کی شرائط

نصابِ قربانی : جس کی ملکیت میں سونا، چاندی، مالِ تجارت، نقدی اور ضرورت سے زائد اشیاء میں سے کوئی ایک چیز یا ان میں سے بعض اشیاء کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔

اگر صرف سونا ہو تو اگر ساڑھے سات تولہ ہے تو قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔

شرائطِ قربانی: اس کے وجوب کے لیے چھ شرائط ہیں:

(۱) مسلمان ہونا، غیر مسلم پر واجب نہیں۔ (۲) مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں۔

(۳) آزاد ہونا، غلام پر واجب نہیں۔ (۴) بالغ ہونا، نابالغ پر واجب نہیں۔

(۵) عاقل ہونا، مجنون پر واجب نہیں۔ (۶) مالدار ہونا، مسکین نادار پر واجب نہیں۔

فی الهندية :وأما شرائط الوجوب منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة..........والموسر فی ظاهر الرواية من له مائتا درهم أو عشرون دينارا أو شیء يبلغ ذلك سوی مسكنه ومتاع مسكنه ومركوبه وخادمه فی حاجته التی لا يستغنی عنها فأما ما عدا ذلك من سائمة أو رقيق أو خيل أو متاع لتجارة أو غيرها فإنه يعتد به من يساره۔(الهندية ۵/۲۹۲،ط:رشيديه)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ :وشرائطها : الإسلام والإقامة واليسار الذی يتعلق به) وجوب (صدقة الفطر) كما مر (لا الذكورة فتجب علی الأنثی) خانية۔(وسببها الوقت) وهو أيام النحر وقيل الرأس وقدمه فی التتارخانية ۔(الشامية ۶/۳۱۲،ط:سعيد)

قال العلامة قاضی خان رحمه الله تعالیٰ : وليس علی الرجل ان يضحی عن اولاده الكبار وامراته الا باذنهم وعن ابی يوسف رحمه الله تعالیٰ انه يجوز بغير امرهم استحسانا وفی الولد الصغير عن ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ روايتان فی ظاهر الرواية يستحب ولايجب بخلاف صدقة الفطر وروی الحسن عن ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ انه يجب ان يضحی عن ولده الصغير وولد ولده الذی لا اب له والفتوی علی ظاهر الرواية۔

(الخانية علی هامش الهندية ۳/۳۴۵،ط:رشيديه)

مسئلہ : *اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد آباد یا غیر آباد اور بنجر زمین ہو تو اگر اس کی قیمت اور ضرورت سے زائد پیداوار کا مجموعہ یا کوئی ایک ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔*

فی الهندية : وإن كان له عقار ومستغلات ملك اختلف المشايخ المتأخرون رحمهم الله تعالی فالزعفرانی والفقيه علی الرازی اعتبرا قيمتها وأبو علی الدقاق وغيره اعتبروا الدخل واختلفوا فيما بينهم قال أبو علی الدقاق إن كان يدخل له من ذلك قوت سنة فعليه الأضحية ومنهم من قال قوت شهر ومتی فضل من ذلك قدر مائتی درهم فصاعدا فعليه الأضحية۔

(الهنديه، ۵/۲۹۲،ط:رشيديه)

مسئلہ : *جو شخص مقروض ہو لیکن قرض کی رقم جدا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدرِ*

نصاب مال بچتا ہوتو اس پر قربانی واجب ہے۔

فی الهندية :وأما شرائط الوجوب منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة..........والموسر فی ظاهر الرواية من له مائتا درهم أو عشرون دينارا أو شیء يبلغ ذلك سوى مسكنه ومتاع مسكنه ومركوبه وخادمه فی حاجته التی لا يستغنی عنها فأما ما عدا ذلك من سائمة أو رقيق أو خيل أو متاع لتجارة أو غيرها فإنه يعتد به من يساره..........ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لا تجب۔

(الهنديه، ٥/٢٩٢،ط:رشيديه)

مسئلہ : اگر کچھ رقم قرض دے رکھی ہے یا فروخت شدہ مال کی قیمت باقی ہے تو یہ رقم اگر قابلِ وصول ہے تو قربانی واجب ہے البتہ اگر فی الحال قربانی کے لیے نہ نقد رقم ہے اور نہ ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جسے فروخت کر کے قربانی کر سکے تو قربانی واجب نہ ہوگی البتہ اگر بآسانی قرض مل سکے تو قربانی کی جاسکتی ہے۔

فی الهندية : له دين حال أو مؤجل على مقر ملی وليس فی يده ما يمكنه شراء الأضحية لا يلزمه أن يستقرض فيضحی ولا يلزمه قيمتها إذا وصل إليه الدين لكن يلزمه أن يسأل منه ثمن الأضحية إذا غلب على ظنه أنه يدفعه۔ له مال كثير غائب فی يد شريكه أو مضاربه ومعه ما يشتری به الأضحية من الحجرين أو متاع البيت تلزمه الأضحية كذا فی القنية۔(الهندية ٥/٣٠٧،ط:رشيديه)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

یہ دین قوی ہے جس پر بالاتفاق زکوۃ فرض ہے، لہٰذا قربانی بطریق اولیٰ واجب ہے البتہ اگر قربانی کے لیے نہ نقد رقم ہے اور نہ ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جسے فروخت کر کے قربانی کر سکے تو قربانی واجب نہ ہوگی۔(احسن الفتاویٰ ۷/۵۱۲،ط:سعید)

فی الهندية : ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لا تجب وكذا لو كان له مال غائب لا يصل إليه فی أيامه۔(الهنديه، ٥/٢٩٢،ط:رشيديه)

مسئلہ : اگر کسی شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال تو موجود ہو لیکن وہ اپنے گھر سے دور کسی اور جگہ مقیم ہو تو اس کو چاہیے کہ گھر پر رابطہ کر کے ایامِ اضحیہ میں کسی کو اپنا وکیل بنالے اور

وہ اس کی طرف سے قربانی کر لے یا یہ مقیم شخص جس جگہ ہے کسی ذریعے سے وہاں رقم منگوا کر خود ہی قربانی کر لے اور اگر ایسی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

اسی طرح کوئی شخص یوم الترویہ (آٹھ ذی الحجہ) سے پندرہ دن قبل مکہ پہنچ گیا پھر اگر وہ مقیم شخص متمتع یا قارن ہے تو اس پر دمِ شکر کے ساتھ ساتھ اضحیہ بھی واجب ہے چاہے وہیں قربانی کر لے یا اپنے وطن اصلی میں کسی کو اپنا وکیل بنالے اور اگر پندرہ دن پہلے نہیں پہنچا تو مسافر ہے اس پر صرف دمِ شکر واجب ہے، قربانی واجب نہیں۔

قال ملك العلماء الكاسانی رحمه الله تعالىٰ : ولو كان عليه دين بحيث لو صرف إليه بعض نصابه ينقص نصابه لا تجب لأن الدين يمنع وجوب الزكاة فلأن يمنع وجوب الأضحية أولى لأن الزكاة فرض والأضحية واجبة والفرض فوق الواجب وكذا لو كان له مال غائب لا يصل إليه فی أيام النحر لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة۔(بدائع الصنائع ٥/٦٤،ط:سعيد)

وقال رحمه الله تعالىٰ ايضا :ومنها الاقامة فلا تجب على المسافر..........وذكر فی الاصل وقال ولا تجب الاضحية على الحاج واراد بالحاج المسافر۔(بدائع الصنائع ٥/٦٣،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر کوئی شخص ایامِ نحر سے قبل صاحبِ نصاب تھا اور جانور بھی خرید چکا تھا لیکن ایامِ نحر میں فقیر ہوگیا تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالىٰ :(وفقير)عطف عليه (شراها لها) لوجوبها عليه بذلك حتى يمتنع عليه بيعها۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله لوجوبها عليه بذلك) أی بالشراء وهذا ظاهر الرواية لأن شراءه لها يجری مجرى الإيجاب وهو النذر بالتضحية عرفا كما فی البدائع۔ ووقع فی التاتارخانية التعبير بقوله شراها لها أيام النحر وظاهره أنه لو شراها لها قبلها لا تجب ولم أره صريحا فليراجع۔(الشامية ٦/٣٢١،ط:سعيد)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

سوال: زید مالدار تھا، اس نے چھ ماہ پہلے قربانی کی نیت سے جانور خریدا، پھر زید مسکین

ہوگیا تو کیا اس جانور کی قربانی زید پر واجب ہے یا مستحب؟ بینوا وتوجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

واجب نہیں۔

قال العلامة التمرتاشی رحمه الله تعالیٰ: والمعتبر آخر وقتها للفقير وضده والولادة والموت فلو كان غنيا فی اول الايام فقيرا فی آخرها لاتجب عليه وان ولد فی اليوم الآخر تجب عليه وان مات فيه لاتجب عليه۔(رد المحتار ۵/۲۰۲)۔ (احسن الفتاویٰ ۷/۵۱۱، ط:سعید)

مسئلہ : مشترک مال والے بھائیوں میں سے وہ بھائی جو بالغ ہوں اور ان کا حصہ بقدرِ نصاب بنتا ہو تو ان پر قربانی واجب ہوگی باقی پر نہیں۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : فإن بلغ نصيب أحدهما نصابا زكّاه دون الآخر۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ :(قوله فإن بلغ الخ) كما لو كانت ثمانون شاة بين رجلين أثلاثا فأخذ المصدق منها شاة لزكاة صاحب الثلثين فلصاحب الثلث أن يرجع عليه بقيمة الثلث لأنه لا زكاة عليه۔محيط۔ (الشامية ۲ /۳۰٤،ط:سعيد)

مسئلہ : گھر والوں میں سے جس جس کے پاس نصاب کامل ہے اس پر علیحدہ قربانی واجب ہے، پورے گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی نہیں۔

فی الهندية : وأما شرائط الوجوب منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة۔(الهندية ۵/۲۹۲،ط:رشيديه)

مسئلہ : جس کے پاس ایسی کتابیں ہوں جو ضرورت اور استعمال کی نہ ہوں اور ان کتابوں کی مالیت بقدرِ نصاب ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے۔

قال العلامة الطحطاوی رحمه الله تعالیٰ فی حاشيته علی الدر : وفی الصغری :بالكتب لايعد غنيا الا ان يكون من كل نوع كتابان بروایة واحدة عن شيخ واحد وعن شيخ بروايتين كرواية ابی حفص وابی سليمان عن محمد لايجب۔ ولايعد غنيا بكتب الاحاديث والتفسير وان كان له من كل

نوع كتابان وصاحب كتب الطب والنجوم والادب يعد غنيا اذا بلغ قيمتها نصابا۔اهـ بتصرف۔(الطحطاوی علی الدر ٤/١٦٠،ط:المكتبة العربيه)

قربانی کے جانور اور ان کی عمریں

(۱) اونٹ : عمر کم از کم پانچ سال

(۲) گائے، بیل : عمر کم از کم دو سال

(۳) بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ: عمر کم از کم ایک سال

البتہ دنبہ اگر اتنا فربہ اور موٹا ہو کہ دیکھنے میں پورے سال کا معلوم ہو تو سال سے کم ہونے کے باوجود بھی اس کی قربانی جائز ہے، بشرطیکہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔

عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: لا تذبحوا إلا مسنة إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن۔(مسلم ۲/۱۵۵،ط:قديمی)

وقال العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ :ثم بعد الاتفاق علی هذا القدر اختلفوا فی تقدير الجذع والثنی علی اقوال والمعتمد عند معشر الحنفية ان الجذع من الضان ابن ستة اشهر والثنی منها ومن المعز ما تم له سنة ودخل فی الثانية ومن البقر ما تم له سنتان ودخل فی الثالثة ومن الابل ما تم له خمس سنين ودخل فی السادسة۔(اعلاء السنن ١٧/٢٤٢،ط:ادارة القرآن)

وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالیٰ :وقال عليه الصلاة والسلام يجوز الجذع من الضأن أضحية رواه أحمد وابن ماجه وقالوا: هذا إذا كان الجذع عظيما بحيث لو خلط بالثنيات لايشتبه علی الناظرين والجذع من الضأن ما تمت له ستة أشهر عند الفقهاء وذكر الزعفرانی أنه ابن سبعة أشهر والثنی من الضأن والمعز ابن سنة ومن البقر ابن سنتين ومن الإبل ابن خمس سنين۔(البحر الرائق ۸/۳۲۵،ط:رشيديه)

مسئلہ : عمر کے پورا ہونے کا اطمینان ضروری ہے دانتوں کا ہونا ضروری نہیں۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان ''قربانی کی عمر میں دو دانت ہونا ضروری نہیں'' کے تحت فرماتے ہیں:

''عمر پوری ہونے کا اطمینان ہو تو جائز ہے''۔(احسن الفتاوی، ۷/۵۲۰، ط:سعید)

تنبیہ : ''مسنہ'' کا معنی خود غیر مقلدین نے یہ کیا ہے کہ بکری میں جو ایک سال کی ہو اور دوسرا شروع ہو جائے اور گائے، بھینس میں جو دو سال کی ہو تیسرا شروع ہو جائے اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو اور چھٹا شروع ہو جائے۔ (فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ علماءِ اہلِ حدیث، بحوالہ رسائل)

مرغی، انڈے کی قربانی اور غیر مقلدین

مسئلہ : مرغا، مرغی اور انڈے کی قربانی جائز نہیں۔

فی الهندية : والتضحية بالديك والدجاجة فی أيام الأضحية ممن لا أضحية عليه لإعساره تشبيها بالمضحين مكروه لأنه من رسوم المجوس كذا فی الخلاصة ومن لا أضحية عليه لإعساره لو ذبح دجاجة أو ديكا يكره كذا فی وجيز الكردری۔(الهنديه ٥/ ٣٠٠،ط:رشيديه)

غیر مقلدین کے نزدیک جائز ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ۴/ ۱۴۰، مفاسد الامامۃ، ص:۵)

چیلنج و مطالبہ : ہم بانگِ دہل یہ کہتے ہیں کہ غیر مقلدین اس مسئلہ میں بھی قرآن و سنت اور عملِ متوارث کو چھوڑ کر بغاوت اور گمراہی کے راستے پر گامزن ہیں ورنہ صرف ایک حدیث پیش کریں جس میں عید الاضحیٰ کی قربانی کی تصریح بھی ہو اور مرغا، مرغی اور انڈے کا ذکر بھی ہو یا کسی ایک تابعی یا صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل بتائیں جنہوں نے عید الاضحیٰ کے موقع پر انڈوں یا مرغوں کی قربانی پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی کی ہو۔ (دیدہ باید)

بھینس کی قربانی

مقلدین کے نزدیک چونکہ قیاسِ مجتہد حجت ہے اس لیے ان کے نزدیک قیاسِ مجتہد کی وجہ سے بھینس اور گائے کی قربانی جائز اور گوشت اور دودھ حلال ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ : وتجوز بالجاموس لانه نوع من البقر۔(البحر الرائق ٨/ ٣٢٤،ط: رشيديه)

وقال العلامة ابن المنذر رحمه الله تعالىٰ : واجمعوا على ان حكم الجواميس حكم البقر۔(الاجماع لابن المنذر ١/ ٤٥،ط: دار المسلم)

مطالبہ : غیر مقلدین سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ تم قیاس کو شیطانی عمل کہتے ہو پھر بھی بھینس کی قربانی کو جائز اور اس کے گوشت اور دودھ کو حلال کہتے ہو لہٰذا اس کے جواز اور حلال

ہونے کی صریح آیت یا صحیح، صریح غیر معارض حدیث بتائیں یا قیاس کے قائل ہو جائیں یا بھینس کا گوشت اور دودھ استعمال کرنا چھوڑ دیں۔

وہ عیب دار جانور جن کی قربانی ناجائز ہے

درج ذیل عیب دار جانوروں کی قربانی جائز نہیں :

(۱) لنگڑا جانور، جس کا لنگڑا پن اتنا ظاہر ہو کہ ذبح کی جگہ تک نہ پہنچ سکے۔

عن البراء بن عازب رفعه قال: لا يضحى بالعرجاء بين ظلعها ولا بالعوراء بين عورها ولا بالمريضة بين مرضها ولا بالعجفاء التی لا تنقی۔

(ترمذی ١/ ٢٧٥،ط:سعيد)

(ومثله فی سنن ابی داؤد ١/ ٣٨٧،ط:مير محمد)

(۲) اندھا یا ایسا کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهی التی لاتقدر ان تمشی برجلها الی المنسك۔

(الهنديه ٥/ ٢٩٧،ط:رشيديه)

(۳) ایسا بیمار جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهی التی لا تقدر أن تمشی برجلها إلی المنسك والمريضة البين مرضها۔(الهنديه ٥/ ٢٩٧،ط:رشيديه)

(۴) ایسا دبلا، مریل، بوڑھا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالىٰ :لا بالعمياء والعوراء والعجفاء المهزولة التی لا مخ فی عظامها۔(الشامية ٦/ ٣٢٣،ط: سعيد)

(۵) جس کی پیدائشی دم نہ ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهی التی لا تقدر أن تمشی برجلها إلی المنسك والمريضة البين مرضها ومقطوعة الأذنين والألية والذنب بالكلية۔

(الهنديه ٥/ ٢٩٧،ط:رشيديه)

(۶) جس کا پیدائشی ایک کان نہ ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهى التى لا تقدر أن تمشى برجلها إلى المنسك والمريضة البين مرضها ومقطوعة الأذنين والألية والذنب بالكلية والتى لا أذن لها فى الخلقة۔(الهنديه ۲۹۷/۵،ط:رشيديه)

(۷) جس کی چکتی یا دم یا کان کا ایک تہائی یا تہائی سے زیادہ حصہ کٹا ہوا ہو۔البتہ چکتی والے دنبے کی دم کا اعتبار نہیں لہٰذا پوری دم کٹی ہوئی ہو تو بھی قربانی جائز ہے۔نیز دنبے یا دنبی کی پیدائشی طور پر چکتی نہ ہو تو اس کی بھی قربانی درست ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله :لا التى لا ألية لها خلقة) الشاة إذا لم يكن لها أذن ولا ذنب خلقة قال محمد لا يكون هذا ولو كان لا يجوز وذكر فى الأصل عن أبى حنيفة أنه يجوز خانية ثم قال وإن كان لها ألية صغيرة مثل الذنب خلقة جاز أما على قول أبى حنيفة فظاهر لأن عنده لو لم يكن لها أذن أصلا ولا ألية جاز۔(الشاميه،۳۲۵/۶،ط:سعيد)

فى الهندية :ولو ذهب بعض هذه الأعضاء دون بعض من الأذن والألية والذنب والعين ذكر فى الجامع الصغير إن كان الذاهب كثيرا يمنع جواز التضحية وإن كان يسيرا لا يمنع واختلف أصحابنا بين القليل والكثير فعن أبى حنيفة رحمه الله تعالى أربع روايات وروى محمد رحمه الله تعالى عنه فى الأصل وفى الجامع أنه إذا كان ذهب الثلث أو أقل جاز وإن كان أكثر لا يجوز والصحيح أن الثلث وما دونه قليل وما زاد عليه كثير وعليه الفتوى كذا فى فتاوى قاضى خان۔(الهنديه ۲۹۸/۵،ط:رشيديه)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

دنبے کی دم کا اعتبار نہیں،لہٰذا پوری دم کٹی ہوئی ہو تو بھی قربانی جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۵۱۷/۷،ط:سعید)

(۸) جس کے پیدائشی طور پر تھن نہ ہوں۔

فى الهندية : ولا تجوز الحذاء وهى المقطوعة ضرعها۔

(الهنديه ۲۹۸/۵،ط:رشيديه)

(۹) دنبی،بھیڑ،بکری کا ایک تھن نہ ہو یا مرض کی وجہ سے خشک ہو گیا ہو یا کسی وجہ سے

ضائع ہو گیا ہو۔

فى الهندية : وفى الشاة والمعز اذا لم تكن لهما احدى حلمتيها خلقة او ذهبت بآفة وبقيت واحدة لم تجز۔(الهندية ۲۹۹/۵،ط:رشيديه)

(۱۰) گائے،بھینس،اونٹنی کے دو تھن نہ ہوں یا خشک ہو گئے ہوں یا کسی وجہ سے ضائع ہو گئے ہوں،البتہ اگر ایک تھن نہ ہو یا خشک یا ضائع ہو گیا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وفى التاترخانية والشطور لا تجزى وهى من الشاة ما قطع اللبن عن إحدى ضرعيها ومن الإبل والبقر ما قطع ضرعيها لأن لكل واحد منهما أربع أضرع۔(الشامية ۳۲۵/۶،ط: سعيد)

فى الهندية : وفى الإبل والبقر إن ذهبت واحدة تجوز وإن ذهبت اثنتان لا تجوز كذا فى الخلاصة۔(الهندية ۲۹۹/۵،ط:رشيديه)

(۱۱) آنکھ کی تہائی یا اس سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو۔

فى الهندية : وفى الجامع أنه إذا كان ذهب الثلث أو أقل جاز وإن كان أكثر لا يجوز والصحيح أن الثلث وما دونه قليل وما زاد عليه كثير وعليه الفتوى كذا فى فتاوى قاضى خان وإنما يعرف ذهاب قدر النصف أو الثلث من العين بأن تشد العين المعيبة بعد أن لا تعتلف الشاة يوما أو يومين ثم يقرب العلف إليها قليلا قليلا فإذا رأته من موضع أعلم ذلك الموضع ثم تشد عينها الصحيحة ويقرب العلف إلى الشاة قليلا قليلا حتى إذا رأته من مكان أعلم ذلك المكان ثم يقدر ما بين العلامة الأولى والثانية من المسافة فإن كانت المسافة بينهما الثلث فقد ذهب الثلث وبقى الثلثان وإن كان نصفا فقد ذهب النصف وبقى النصف كذا فى الكافى۔

(الهنديه ۲۹۸/۵،ط:رشيديه)

(۱۲) جس کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر گر گئے ہوں یا ایسے گھس گئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکے۔

فى الهندية : وأما الهتماء وهى التى لا أسنان لها فإن كانت ترعى وتعتلف جازت وإلا فلا كذا فى البدائع وهو الصحيح كذا فى محيط السرخسى۔(الهنديه ۲۹۸/۵،ط:رشيديه)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

دانتوں سے مقصد کھانے پر قدرت ہے، اس لیے اگر دانت بالکل گھس گئے ہوں تو قربانی جائز نہیں۔(احسن الفتاوی ۷/۵۱۳، ط:سعید)

(۱۳) جس کا ایک یا دونوں سینگ جڑ سے اکھڑ جائیں۔

فی الهندية : ويجوز بالجماء التي لا قرن لها وكذا مكسورة القرن كذا في الكافي وإن بلغ الكسر المشاش لا يجزيه والمشاش رؤوس العظام مثل الركبتين والمرفقين كذا في البدائع۔(الهنديه ۵/۲۹۷،ط:رشيديه)

(۱۴) جسے مرضِ جنون اس حد تک ہو کہ چارہ بھی نہ کھا سکے۔

فی الهندية : وتجوز الثولاء وهي المجنونة إلا إذا كان ذلك يمنع الرعي والاعتلاف فلا تجوز۔(الهنديه ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۱۵) خارشی جانور جو بہت دبلا اور کمزور ہو۔

فی الهندية : وتجوز الجرباء إذا كانت سمينة فإن كانت مهزولة لا تجوز۔(الهنديه ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۱۶) جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو۔

فی الهندية : ولا تجزئ الجدعاء وهي مقطوعة الأنف كذا في الظهيرية۔
(الهنديه ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۱۷) جس کے تھن کاٹ دیے گئے ہوں یا ایسے خشک ہو گئے ہوں کہ ان میں دودھ نہ اترے۔

فی الهندية : ولا تجوز الحذاء وهي المقطوعة ضرعها ولا المصرمة وهي التي لا تستطيع أن ترضع فصيلها ولا الجداء وهي التي يبس ضرعها كذا في محيط السرخسي۔(الهنديه ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۱۸) جس کے تھن کا تہائی یا اس سے زیادہ حصہ کاٹ دیا گیا ہو۔

(۱۹) بھیڑ، بکری کے ایک تھن کی گھنڈی جاتی رہی ہو۔

(۲۰) جس اونٹنی یا گائے، بھینس کی دو گھنڈیاں جاتی رہی ہوں۔

فی الهندية : ولا تجوز الحذاء وهي المقطوعة ضرعها۔
(الهنديه ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

فی الهندية : ومقطوعة رؤوس ضروعها لا تجوز فإن ذهب من واحد أقل

من النصف فعلى ما ذكرنا من الخلاف في العين والأذن۔(الهنديه ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۲۱) جس گائے یا بھینس کی پوری زبان یا تہائی یا اس سے زیادہ کاٹ دی گئی ہو۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : تتمة: تجوز التضحية بالمجبوب العاجز عن الجماع والتي بها سعال والعاجزة عن الولادة لكبر سنها والتي لها كي والتي لا لسان لها في الغنم خلاصة أي لا البقر لأنه يأخذ العلف باللسان والشاة بالسن كما في القهستاني عن المنية وقيل إن انقطع من اللسان أكثر من الثلث لا يجوز۔أقول :وهو الذي يظهر قياسا على الأذن والذنب بل أولى لأنه يقصد بالأكل وقد يخل قطعه بالعلف، تأمل۔
(الشامية ۶/۳۲۵،ط: سعيد)

فی الهندية : وسئل أيضا عمن قطع بعض لسان الأضحية وهو أكثر من الثلث هل تجوز الأضحية على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى فقال لا كذا في التتارخانية۔(الهندية ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۲۲) جلالہ یعنی جس کی غذا نجاست وگندگی ہو، اس کے علاوہ کچھ نہ کھائے۔

فی الهندية : ولا تجوز الجلالة وهي التي تأكل العذرة ولا تأكل غيرها۔
(الهنديه ۵/۲۹۸،ط:رشيديه)

(۲۳) جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو۔

فی الهندية : وفي الخزانة لا يجوز مقطوع إحدى القوائم الأربع كذا في التتارخانية۔(الهنديه ۵/۲۹۹،ط:رشيديه)

(۲۴) خنثیٰ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں جمع ہوں۔

فی الهندية : لا تجوز التضحية بالشاة الخنثى لأن لحمها لا ينضج۔
(الهنديه ۵/۲۹۹،ط:رشيديه)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : ولا بالخنثى لأن لحمها لا ينضج ۔ شرح وهبانية۔ وتمامه فيه۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله لأن لحمها لا ينضج) من باب سمع ۔ وبهذا التعليل اندفع ما أورده ابن وهبان من أنها لا تخلو إما أن تكون ذكرا أو أنثى وعلى كل تجوز۔(الشامية ۶/۳۲۵،ط:سعيد)

مسئلہ : کسی جانور کے اعضاء زائد ہوں مثلاً چار کے بجائے پانچ ٹانگیں یا چار کے بجائے آٹھ تھن تو چونکہ یہ عیب ہے لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

فی الهندية : ومن المشايخ من يذكر لهذا الفصل أصلا ويقول كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع۔(الهنديه ۲۹۹/۵،ط:رشيديه)

وقال العلامة ابن مازة البخاری رحمه الله تعالىٰ: قال القدوری فی كتابه: كل ما يوجب نقصاناً فی الثمن فی عادات التجار فهو عيب لأن المالية مقصودة فی البيع وما ينقص الثمن ينقص المالية فكان عيباً وذكر شيخ الإسلام خواهرزاده أن ما يوجب نقصاناً فی العين من حيث المشاهدة والعيان فهو عيب وذلك كالسلل فی أطراف الجواری والهشم فی الأوانی وما لا يوجب نقصاناً فی العين من حيث المشاهدة والعيان ولكن يوجب نقصاناً فی منافع العين فهو عيب لأن الأعينان يقصد بها المنافع ومالا يوجب نقصاناً فی العين ولا منافع العين إلا أن يعتبر فيه عرف الناس أن عدوه عيباً كان عيباً ومالا فلا إذا ثبت هذا العمى والعور والحول والإصبع الزأيدة والناقصة عيب لما قلنا۔(المحيط البرهانی ۱۷/۸،ط:رشيديه)

مسئلہ : جس جانور کا پیدائشی طور پر ایک خصیہ نہ ہو اس کی قربانی درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۳۵۳)

تنبیہ : اگر غیر مقلدین فقہ کی دشمنی اس وجہ سے کرتے ہیں کہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو مندرجہ بالا وہ عیوب جن کا ذکر قرآن وحدیث میں صراحتاً وتفصیلاً نہیں ہے، صرف فقہ میں ہے، ان میں سے ہر عیب کے خلاف قرآنِ مجید کی صریح آیت یا کوئی صحیح، صریح غیر معارض حدیث پیش کریں۔(دیدہ باید)

مسئلہ : ذبح کے وقت گراتے ہوئے جانور کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا آنکھ پھوٹ گئی یا کوئی اور عیب پیدا ہوگیا تو قربانی درست ہے۔

قال ملك العلماء الكاسانی رحمه الله تعالىٰ : ولو قدم أضحية ليذبحها فاضطربت فی المكان الذی يذبحها فيه فانكسرت رجلها ثم ذبحها على

مكانها أجزأه وكذلك إذا انقلبت منه الشفرة فأصابت عينها فذهبت والقياس أن لا يجوز۔وجه القياس أن هذا عيب دخلها قبل تعيين القربة فيها فصار كما لو كان قبل حال الذبح۔وجه الاستحسان أن هذا مما لا يمكن الاحتراز عنه لأن الشاة تضطرب فتلحقها العيوب من اضطرابها۔

(بدائع الصنائع ۷٦/۵،ط:رشيديه قديم)

مسئلہ : خریدنے کے بعد اگر جانور میں ایسا عیب پیدا ہوگیا ہو جس سے قربانی درست نہیں تو مالدار پر اس کے بدلے اتنی مالیت کے دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے، مسکین وہی عیب دار جانور ذبح کر کے قربانی کرے۔

قال ملك العلماء الكاسانی رحمه الله تعالىٰ : ولو اشترى رجل أضحية وهی سمينة فعجفت عنده حتى صارت بحيث لو اشتراها على هذه الحالة لم تجزه إن كان موسرا وإن كان معسرا أجزأته؛ لأن الموسر تجب عليه الأضحية فی ذمته وإنما أقام ما اشترى لها مقام ما فی الذمة فإذا نقصت لا تصلح أن تقام مقام ما فی ذمته فبقی ما فی ذمته بحاله۔وأما الفقير فلا أضحية فی ذمته فإذا اشتراها للأضحية فقد تعينت الشاة المشتراة للقربة فكان نقصانها كهلاكها حتى لو كان الفقير أوجب على نفسه أضحية لا تجوز هذه لأنها وجبت عليه بإيجابه فصار كالغنی الذی وجبت عليه بإيجاب الله عز شأنه۔ولو اشترى أضحية وهی صحيحة ثم أعورت عنده وهو موسر أو قطعت أذنها كلها أو أليتها أو ذنبها أو انكسرت رجلها فلم تستطع أن تمشی لا تجزی عنه وعليه مكانها أخرى لما بينا بخلاف الفقير۔

(بدائع الصنائع ۷٦/۵،ط:رشيديه قديم)

وہ عیب دار جانور جن کی قربانی جائز ہے لیکن ناپسندیدہ اور مکروہ ہے

(۱) جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں۔

(۲) جس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں مگر ٹوٹنے کا اثر جڑ تک نہیں پہنچا۔

فی الهندية :ويجوز بالجماء التی لا قرن لها ويجوز بالجماء التی لا قرن لها وكذا مكسورة القرن كذا فی الكافی وإن بلغ الكسر المشاش لا

يجزيه۔(الهندية ٥/٢٩٧،ط:رشيديه)

(۳) وہ جانور جو جفتی پر قادر نہ ہو۔

(۴) جس کو کھانسنے کی بیماری لاحق ہو۔

(۵) جو بڑھاپے کے سبب بچے جننے سے عاجز ہو۔

(۶) جسے داغا گیا ہو۔

(۷) جس کے تھنوں میں بغیر کسی عیب اور بیماری کے دودھ نہ اترتا ہو۔

(۸) بچے والی ہو۔

فی الهندية :ويجوز المجبوب العاجز عن الجماع والتي بها السعال والعاجزة عن الولادة لكبر سنها والتي بها كي والتي لا ينزل لها لبن من غير علة والتي لها ولد۔(الهندية ٥/٢٩٧،ط:رشيديه)

(۹) وہ بھیڑ، بکری جس کی دم پیدائشی طور پر بہت چھوٹی ہو۔

فی الهندية :وفی الأجناس وإن كانت الشاة لها ألية صغيرة خلقت بشبه الذنب تجوز۔(الهندية ٥/٢٩٧،ط:رشيديه)

(۱۰) ایسا کانا جس کا کانا پن پوری طرح واضح نہ ہو۔

(۱۱) ایسا لنگڑا جو چلنے پر قادر ہو یعنی چوتھا پاؤں چلنے میں زمین پر رکھ کر چلنے میں اس سے مدد لیتا ہو۔

(۱۲) جس کی بیماری زیادہ ظاہر نہ ہو۔

(۱۳) جس کا کان یا چکتی یا دم یا آنکھ کی روشنی کا تہائی سے کم حصہ جاتا رہا ہو۔

فی الهندية : ولا تجوز العمياء والعوراء البين عورها والعرجاء البين عرجها وهي التي لا تقدر أن تمشي برجلها إلى المنسك والمريضة البين مرضها ومقطوعة الأذنين والألية والذنب بالكلية والتي لا أذن لها في الخلقة وتجزئ السكاء وهي صغيرة الأذن فلا تجوز مقطوعة إحدى الأذنين بكمالها والتي لها اذن واحدة خلقة ولو ذهب بعض هذه الأعضاء دون بعض من الأذن والألية والذنب والعين ذكر في الجامع الصغير إن كان الذاهب كثيرا يمنع جواز التضحية وإن كان يسيرا لا يمنع واختلف أصحابنا بين القليل والكثير فعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أربع روايات وروى محمد

رحمه الله تعالى عنه في الأصل وفي الجامع أنه إذا كان ذهب الثلث أو أقل جاز وإن كان أكثر لا يجوز والصحيح أن الثلث وما دونه قليل وما زاد عليه كثير وعليه الفتوى كذا في فتاوى قاضي خان۔

(الهندية ٥/٢٩٧، ٢٩٨،ط:رشيديه)

(۱۴) جس کے کچھ دانت نہ ہوں مگر وہ چارہ کھا سکتا ہو۔

فی الهندية : وأما الهتماء وهي التي لا أسنان لها فإن كانت ترعى وتعتلف جازت وإلا فلا كذا في البدائع وهو الصحيح كذا في محيط السرخسي۔(الهندية ٥/٢٩٨،ط:رشيديه)

(۱۵) مجنون جس کا جنون اس حد تک نہ پہنچا ہو کہ چارہ نہ کھا سکے۔

فی الهندية :وتجوز الثولاء وهي المجنونة إلا إذا كان ذلك يمنع الرعي والاعتلاف فلا تجوز۔(الهندية ٥/٢٩٨،ط:رشيديه)

(۱۶) ایسا خارشی جانور جو فربہ اور موٹا تازہ ہو۔

فی الهندية :وتجوز الجرباء إذا كانت سمينة فإن كانت مهزولة لا تجوز۔(الهندية ٥/٢٩٨،ط:رشيديه)

(۱۷) جس کا کان چیر دیا گیا ہو یا تہائی سے کم کاٹ دیا گیا ہو۔

فی الهندية : وتجزئ الشرقاء وهي مشقوقة الأذن طولا۔

(الهندية ٥/٢٩٨،ط:رشيديه)

نوٹ : اگر دونوں کانوں کا کچھ حصہ کاٹ لیا گیا ہو تو دونوں کو جمع کر کے دیکھا جائے اگر مجموعہ تہائی کان تک پہنچ جائے یا اس سے بڑھ جائے تو قربانی جائز نہیں، ورنہ جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : وفي البزازية وهل تجمع الخروق في أذني الأضحية اختلفوا فيه قلت وقدم الشارح في باب المسح على الخفين أن ينبغي الجمع احتياطا۔(الشامية ٦/٣٢٤،ط:سعيد)

(۱۸) بھینگا جانور۔

(۱۹) وہ بھیڑ، دنبہ جس کی اون کاٹ دی گئی ہو۔

فی الهندية :والحولاء تجزئ وهي التي في عينها حول وكذا المجزوزة وهي التي جز صوفها كذا في فتاوى قاضي خان۔

(الهندية ٥/٢٩٨،ط:رشيديه)

(۲۰) وہ بھیڑ، بکری جس کی زبان کٹ گئی ہو بشرطیکہ چارہ بآسانی کھا سکے۔

فی الهندية :وفی اليتيمة كتبت إلى أبی الحسن علی المرغينانی ولو كانت الشاة مقطوعة اللسان هل تجوز التضحية بها فقال نعم إن كان لا يخل بالاعتلاف وإن كان يخل به لا تجوز التضحية بها كذا فی التتارخانية وقطع اللسان فی الثور يمنع وفی الشاة اختلاف كذا فی القنية والتی لا لسان لها فی الغنم تجوز وفی البقر لا كذا فی الخلاصة۔(الهندية ٥/٢٩٨،ط:رشيديه)

(۲۱) جلالہ اونٹ جسے چالیس دن باندھ کر چارہ کھلایا جائے۔

فی الهندية : ولا تجوز الجلالة وهی التی تأكل العذرة ولا تأكل غيرها فإن كانت الجلالة إبلا تمسك أربعين يوما حتى يطيب لحمها والبقر يمسك عشرين يوما والغنم عشرة أيام والدجاجة ثلاثة أيام والعصفور يوما كذا فی فتاوى قاضی خان۔(الهندية ٥/٢٩٨،ط:رشيديه)

(۲۲) وہ دبلا اور کمزور جانور جو بہت کمزور اور لاغر نہ ہو۔

فی الهندية : فإن كانت مهزولة فيها بعض الشحم جاز يروى ذلك عن محمد رحمه الله تعالى ولو كانت مهزولة عند الشراء فسمنت بعد الشراء جاز كذا فی فتاوى قاضی خان۔(الهندية ٥/٢٩٨،ط:رشيديه)

تنبیہ: مندرجہ بالا تمام صورتوں میں قربانی جائز تو ہے البتہ پسندیدہ نہیں، اس لیے کہ قربانی کی صورت میں جانور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے اس لیے اس کا ہر قسم کے عیب سے پاک ہونا بہتر ہے۔

فی الهندية : ومن المشايخ من يذكر لهذا الفصل أصلا ويقول كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع ـ(الفتاوىٰ الهندية ٥/٢٩٩،ط:رشيدية)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : قال القسهتانی واعلم ان الكل لا يخلو عن عيب والمستحب ان يكون سليما عن العيوب الظاهرة فما جوزهنا جوز مع الكراهة كما فی المضمرات۔(الشاميه ٦/٣٢٣،ط:سعيد)

مسئلہ : گابھن گائے وغیرہ کی قربانی بلا کراہت جائز ہے۔البتہ جان بوجھ کر ولادت

کے قریب جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے، ایسی صورت میں اسے بیچ کر دوسرا جانور خریدا جائے۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالىٰ :ولدت الأضحية ولدا قبل الذبح يذبح الولد معها۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله قبل الذبح) فإن خرج من بطنها حيا فالعامة أنه يفعل به ما يفعل بالأم۔(الشامية ٦/٣٢٢،ط:سعيد)

فی الهندية : شاة أو بقرة أشرفت على الولادة قالوا يكره ذبحها لأن فيه تضييع الولد وهذا قول أبی حنيفة رحمه الله تعالى لأن عنده الجنين لا يتذكى بذكاة الأم كذا فی فتاوى قاضی خان۔(الهندية ٥/٢٨٧،ط: رشيديه)

مسئلہ : خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔

(تفصیل رسالہ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

ایامِ قربانی

قربانی کے دن: ہمارے احناف کے نزدیک قربانی کے تین دن ہیں (۱۰،۱۱،۱۲)۔

غیر مقلدین کے ہاں چار دن ہیں یعنی ۱۰/ ذی الحجہ سے ۱۳/ ذی الحجہ تک۔

احناف کے دلائل

﴿حدیث نمبر ۱﴾ حدثنی أبو عبيد مولى ابن أزهر قال : صليت مع علی بن أبی طالب ؓ العيد و عثمان بن عفان ؓ محصور فصلى ثم خطب فقال : لا تأكلوا من لحوم أضاحيكم بعد ثلثة أيام فان رسول الله ﷺ أمر بذلك ......(الطحاوی ٢/٢٨٠ و اللفظ له،ط:حقانيه، مسلم ٢/١٥٧،ط:قديمی)

﴿حدیث نمبر ۲﴾ عن نافع عن ابن عمر ؓ عن رسول الله ﷺ أنه كان يقول : لا يأكل أحدكم من لحم أضحيته فوق ثلثة أيام۔

(الطحاوی ٢/٢٨٠ و اللفظ له،ط: حقانيه، مسلم ٢/١٥٨،ط:قديمی)

دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت گھر میں رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اس مضمون کی حدیث تقریباً ۱۶/ صحابہ کرام ؓ سے مروی ہے۔ اس حدیث سے بالکل ظاہر ہے کہ جب چوتھے دن گوشت کی ایک بوٹی رکھنے کی بھی اجازت نہیں تو پورا بکرا قربانی کرنا

کیسے جائز ہوگا؟ معلوم ہوا کہ قربانی کے تین ہی دن ہیں، اگر چار ہوتے تو چار دنوں تک گوشت رکھنے کی اجازت ہوتی۔

قال العلامة زكريا الكاندهلوى رحمه الله تعالىٰ : ودليلنا من جهة السنة الحديث المتقدم "انه ﷺ نهى عن اكل لحوم الاضاحى بعد ثلاث"۔ ومعلوم انه اباح الاكل منها فى ايام الذبح، فلو كان اليوم الرابع منها لكان قد حرم على من ذبح فى ذلك اليوم ان ياكل منها۔

(اوجز المسالك ۱۰/۲۷۲،ط:دار القلم، دمشق)

وقال العلامة ظفر احمد العثمانى رحمه الله تعالىٰ : ولنا انه ﷺ كان قد نهى عن ادخار لحوم الاضاحى فوق ثلاث، متفق عليه، وهو حديث مشهور اخرجه الشيخان والجماعة بطرق عديدة عن جماعة من الصحابة، وورد التصريح بان المراد بالثلاث يوم النحر ويومان بعده، ففى حديث جابر : "كنا لاناكل من لحوم بدننا فوق ثلاث منى" كما فى "فتح البارى" (۱۰:۲۲)، وثلاث منى اولها يوم النحر، وهو يدل على كون التضحية مؤقتة بثلاثة ايام؛ ولو جازت الى آخر ايام التشريق او الى آخر الشهر لم يكن للنهى عن الادخار فوق ثلاث معنى، فكيف يجوز الذبح فى وقت لايجوز ادخار الاضحية اليه؟۔(اعلاء السنن ۱۷/۲۳۵،ط:ادارة القرآن)

تنبیہ: اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں اکثر مسلمان مسکین تھے تو مالداروں کو حکم دیا کہ ان مساکین اور فقراء کو کھلاؤ اور تین دن کے بعد گھر میں رکھ کر ذخیرہ مت بناؤ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمائی تو پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ لہٰذا اب پورا سال بھی رکھنا جائز ہے۔

عن سلمة بن الأكوع قال: قال النبى ﷺ : من ضحى منكم فلا يصبحن بعد ثالثة وبقى فى بيته منه شىء فلما كان العام المقبل قالوا: يا رسول الله نفعل كما فعلنا عام الماضى قال: كلوا وأطعموا وادخروا فإن ذلك العام كان بالناس جهد فأردت أن تعينوا فيها۔(بخارى ۲/۸۳۵،ط:قديمى)

﴿حدیث نمبر۳﴾ مالك عن نافع أن عبدالله بن عمر ؓ قال : الأضحى يومان بعد يوم الأضحى۔(الموطأ ۲/۴۸۷،ط:دار احياء التراث)

امام مالک اور نافع رحمۃ اللہ علیہما کی سلسلۃ الذہب یعنی سنہری سند سے مروی ہے کہ حضرت

عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے تھے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، اور حضرت انس ؓ سے بھی قربانی کے تین دن ہی روایت کیے ہیں۔

قال الامام ابن حزم رحمه الله تعالىٰ :وقول ثالث: أن التضحية يوم النحر ويومان بعده۔ روينا من طريق ابن أبى ليلى عن المنهال بن عمرو عن زر عن على قال: النحر ثلاثة أيام أفضلها أولها۔ومن طريق ابن أبى شيبة نا جرير عن منصور عن مجاهد عن مالك بن ماعز أو ماعز بن مالك الثقفى: أن أباه سمع عمر يقول: إنما النحر فى هذه الثلاثة الأيام۔ومن طريق ابن أبى شيبة نا هشيم عن أبى حمزة عن حرب بن ناجية عن ابن عباس قال: أيام النحر ثلاثة أيام۔ومن طريق وكيع عن ابن أبى ليلى عن المنهال عن سعيد بن جبير عن ابن عباس النحر ثلاثة أيام۔ومن طريق ابن أبى شيبة عن إسماعيل بن عياش عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال: الأضحى يوم النحر ويومان بعده۔ومن طريق وكيع عن عبد الله بن نافع عن أبيه عن ابن عمر قال: ما ذبحت يوم النحر والثانى والثالث فهى الضحايا۔ومن طريق ابن أبى شيبة نا زيد بن الحباب عن معاوية بن صالح حدثنى أبو مريم سمعت أبا هريرة يقول: الأضحى ثلاثة أيام۔ومن طريق وكيع عن شعبة عن قتادة عن أنس قال: الأضحى يوم النحر ويومان بعده۔

(المحلى بالآثار ۶/۴۰،ط:دار الكتب العلمية،بيروت)

تنبیہ: قارئین کرام! یہ بات یاد رکھیے کہ حضرات صحابہ کرام ؓ کے وہ اقوال جن کا مدار عقل پر نہیں ہوتا وہ حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں۔

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالى فى شرحه على شرح نخبة الفكر:(ومثال المرفوع من القول حكما لا تصريحا): تصريح بما علم ضمنا فى قوله: حكما فهو تأكيد لا تقييد(ما يقول الصحابى)قيل ما مصدرية والأظهر أن ما موصولة أو موصوفة أى الحديث الذى يقوله الصحابى أو حديث يقول فيه الصحابى(الذى لم يأخذ عن الإسرأييليات)أى من كتب بنى إسرأييل او من أفواههم .... ثم قيد بقيد آخر وهو :(ما لا مجال

للاجتهاد فيه)۔(شرح شرح نخبة الفكر ۱/۵٤۸،ط: دار ارقم بيروت)

قال العلامة النووی رحمه الله تعالى: وأما قول من قال: تفسير الصحابی مرفوع فذا ك فی تفسير يتعلق بسبب نزول آية أو نحوه۔

وقال العلامة السيوطی رحمه الله تعالىٰ: (أو نحوه)مما لا يمكن أن يؤخذ إلا عن النبی صلى الله عليه وسلم ولا مدخل للرأی فيه۔

(تدريب الراوی ۱/۹۸،ط:قديمی)

غیر مقلدین کی دلیل: حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے مروی ہے: ان رسول الله ﷺ قال: كل التشريق ذبح۔ (الدارقطنی)

۱٦۷٥۲:............عن جبير بن مطعم عن النبی ﷺ فذكر مثله وقال: كل أيام التشريق ذبح۔(مسند احمد ۲۷/۳۱۷،ط:مؤسسة الرسالة بيروت)

(ومثله فی صحيح ابن حبان، رقم الحديث: ۳۸٥٤، ۹/۱٦٦، ط:،مؤسسة الرسالة بيروت)

(ومثله فی سنن الدار قطنی، رقم الحديث: ٤۷٥۸، ٥/۵۱۲، ط:،مؤسسة الرسالة بيروت)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام ایام تشریق ذبح (قربانی) کے دن ہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔

(۱) یہ حدیث منکر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا تھا:

أيام التشريق أيام أكل و شرب (مسلم ۱/ ۳٦۰،ط: قديمی)

ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں (یعنی ان میں روزہ نہ رکھیں) یہ مضمون تقریباً ۱۴ صحابہ کرام ؓ نے روایت فرمایا ہے اس روایت کے خلاف حضرت جبیر بن مطعم ؓ کی روایت میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ بن الاشدق ہے (قال البخاری: عنده مناكير، و قال النسائی: أحد فقهاء و ليس بالقوی فی الحديث .... (تهذيب التهذيب ۲/٤۲٤،ط:دار المعرفة،بیروت) اس نے کھانے پینے کے بجائے لفظ ذبح بیان کردیا۔ لہٰذا لفظ ذبح اس روایت میں منکر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے سابق مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے

ہیں (فتاویٰ علمائے حدیث ۱۳/۱۷۸، بحوالہ رسائل ۳/۳۸٦) نیز غیر مقلدین کے سابق امیر جماعت اہلِ حدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی فرماتے ہیں کہ اس کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ۱۳/۱٦۹، بحوالہ رسائل ۳/۳۸٦)

(۲) اگر بالفرض اس روایت کو محفوظ اور صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ درج ذیل اجماعی، اتفاقی اور یقینی صورتوں کو اختیار کیا جائے اور دوسروں کو بھی یہی اختیار کرنے کی دعوت دی جائے۔

اجماعی، اتفاقی اور یقینی امور

(۱) آپ ﷺ ہمیشہ ۱۰/ ذی الحجہ کو قربانی کرتے تھے۔

قال العلامة المرغينانی رحمه الله تعالىٰ: قال: وهی جائزة فی ثلاثة أيام: يوم النحر ويومان بعده وقال الشافعی: ثلاثة أيام بعده لقوله عليه الصلاة والسلام: أيام التشريق كلها أيام ذبح ولنا ما روی عن عمر وعلی وابن عباس رضی الله عنهم أنهم قالوا: أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها وقد قالوه سماعا لأن الرأی لا يهتدی إلى المقادير۔(الهداية ٤/۷۳،ط:رحمانيه)

وقال العلامة العينی رحمه الله تعالىٰ :وقد قالوه سماعا؛ لأن الرأی لا يهتدی إلى المقادير۔ ش: لأن تخصيص العبادات بوقت لا يعرف إلا سماعا وتوقيتا۔ فالمروی عنهم كالمروی عن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ۔

(البناية ۱۲/۲۸،ط:دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) دس ۱۰/ ذی الحجہ کو قربانی کا ثواب دوسرے ایام کی بنسبت زیادہ ہے۔

عن علی ؓ قال: النحر ثلاثة أيام أولها أفضلها۔

(المحلى بالآثار ٦/٤۰،ط:دار الكتب العلمية،بیروت)

یعنی قربانی کے تین دن ہیں، جن میں سب سے افضل پہلا دن ہے۔

(۳) ۱۰، ۱۱، ۱۲ ان تین تاریخوں میں جس نے قربانی کی، تو یقیناً سب کے ہاں اس کی قربانی ہوگی۔

سوالات ومطالبات

(۱) کیا کسی صحابی ؓ نے کبھی چوتھے روز قربانی کی ہے؟ صحیح سند سے بتائیے، یا کرنے کا

حکم دیا ہو تو بھی سندِ صحیح سے بتادیجیے۔

(۲) جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قربانی کے صرف تین دن ہی بتائے ہیں ان کا قول سنت کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور انہیں تارکِ سنت اور مخالفِ سنت کہا جائے گا یا نہیں؟

(۳) اگر شرکاء میں کوئی مرزائی یا شیعہ ہو تو سب کی قربانی ہوگی یا نہیں؟

(۴) قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہیے یا اندازہ سے بھی جائز ہے؟

(۵) قربانی کی گائے میں عقیقہ یا نذر کا حصہ شامل کرنا حدیث میں منع ہے یا جائز ہے؟

(۶) قربانی کے بجائے اس کی قیمت اپنے احباب میں تقسیم کردے تو قربانی کا ثواب مل جائے گا یا نہیں؟

(۷) قربانی فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل؟ صریح حکم قرآن وحدیث سے تحریر کریں۔

تنبیہ: مندرجہ بالا سوالات کے جوابات صرف قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح، صریح، غیر معارض حدیث سے دینا ضروری ہے۔ کسی امتی کا قول نقل کر کے مشرک بننے کی اجازت نہیں، اسی طرح قیاسات لکھ کر شیطان بننے اور بے سند باتیں لکھ کر بے دین بننے اور جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی بھی اجازت نہیں۔

قربانی کے متفرق مسائل

مسئلہ : قربانی کا وقت ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، البتہ شہر والوں کی قربانی کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ عید کی نماز کے بعد کریں۔ اگر کسی نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی تو یہ قربانی نہیں ہوئی، عید کی نماز کے بعد دوبارہ کرنا واجب ہے۔

ہاں اگر نماز کے بعد لوگوں نے قربانی کرلی پھر معلوم ہوا کہ کسی سبب سے نماز ادا نہ ہوئی مثلاً امام کا وضو نہ تھا تو قربانی جائز ہوگی، قربانی دوبارہ کرنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر کسی وجہ سے عید کی نماز پہلے دن نہ پڑھی جاسکے تو زوالِ آفتاب کے بعد قربانی درست ہے اور دوسرے دن نمازِ عید سے قبل بھی درست ہے۔

قال ملک العلماء الكاسانی رحمه الله تعالىٰ : وأما الذی يرجع إلى وقت التضحية فهو أنها لا تجوز قبل دخول الوقت؛ لأن الوقت كما هو

شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب كوقت الصلاة فلا يجوز لأحد أن يضحی قبل طلوع الفجر الثانی من اليوم الأول من أيام النحر ويجوز بعد طلوعه سواء كان من أهل المصر أو من أهل القرى غير أن للجواز فی حق أهل المصر شرطا زائدا وهو أن يكون بعد صلاة العيد لا يجوز تقديمها عليه عندنا........... والصحيح قولنا؛ لما روينا عن رسول الله ﷺ أنه قال من ذبح قبل الصلاة فليعد أضحيته وروى عنه عليه الصلاة والسلام أنه قال: أول نسكنا فی يومنا هذا الصلاة ثم الذبح وروى عنه عليه الصلاة والسلام أنه قال فی حديث البراء بن عازب رضی الله عنه : من كان منكم ذبح قبل الصلاة فإنما هی غدوة أطعمه الله تعالى إنما الذبح بعد الصلاة فقد رتب النبی عليه الصلاة والسلام الذبح على الصلاة وليس لأهل القرى صلاة العيد فلا يثبت الترتيب فی حقهم۔ وإن أخر الإمام صلاة العيد فليس للرجل أن يذبح أضحيته حتى يتنصف النهار فإن اشتغل الإمام فلم يصل العيد أو ترك ذلك متعمدا حتى زالت الشمس فقد حل الذبح بغير صلاة فی الأيام كلها؛ لأنه لما زالت الشمس فقد فات وقت الصلاة۔

وقال العلامة التمرتاشی رحمه الله تعالىٰ : تبين أن الإمام صلى بغير طهارة تعاد الصلاة دون الأضحية۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله : تعاد الصلاة دون التضحية إلخ) قال فی البدائع فإن علم ذلك قبل تفرق الناس يعيد بهم الصلاة باتفاق الروايات۔ وهل يجوز ما ضحى قبل الإعادة ذكر فی بعض الروايات أنه يجوز لأنه ذبح بعد صلاة يجيزها بعض الفقهاء وهو الشافعی لأن فساد صلاة الإمام لا يوجب فساد صلاة المقتدی عنده فكانت تلك الصلاة معتبرة عنده فعلى هذا يعيد الإمام وحده ولا يعيد القوم وذلك استحسان اهـ ونحوه فی البزازية۔ (الشامية ٦/ ٣٢٩، ط: سعيد)

مسئلہ : دیہات میں صبح صادق کے بعد قربانی کی جاسکتی ہے مگر مستحب یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد کرے۔

قال ملک العلماء الكاسانی رحمه الله تعالىٰ : وافضل وقت التضحية لاهل السواد ما بعد طلوع الشمس لان عنده يتكامل آثار اول النهار۔

(بدائع ۵/۸۰،ط:رشیدیه قدیم)

مسئلہ : اگر شہری نے اپنی قربانی دیہات میں بھیج دی تو نمازِ عید سے قبل صبح صادق کے بعد اسے ذبح کرنا درست ہے اور اگر دیہاتی نے شہر بھیج دی تو نمازِ عید کے بعد ذبح کرنا ضروری ہے۔

قال العلامة المرغيناني رحمه الله تعالىٰ : ثم المعتبر في ذلك مكان الأضحية حتى لو كانت في السواد والمضحي في المصر يجوز كما انشق الفجر ولو كان على العكس لا يجوز إلا بعد الصلاة۔(هدايه ٤/٤٤٦،ط:رحمانيه)

مسئلہ : مالدار نے ایامِ قربانی میں قربانی نہیں کی تو اگر اس نے قربانی کا جانور پہلے سے خریدا تھا، تو اس زندہ جانور کا صدقہ کرنا واجب ہے اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ذبح کر لیا تو اس کا سارا گوشت پوست صدقہ کر دے اگر کچھ اپنے استعمال میں لایا ہے تو اس کی قیمت صدقہ کر دے۔ نیز زندہ جانور کی قیمت اگر اس گوشت پوست سے زیادہ ہے تو وہ زیادتی بھی صدقہ کر دے، اگر جانور خریدا نہیں تو ایک درمیانی بکری کی قیمت ایک مسکین کو دے دے۔ گائے کے ساتویں حصے کی قیمت دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ :(ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حية ناذر) فاعل تصدق (لمعينة) ولو فقيرا ولو ذبحها تصدق بلحمها ولو نقصها تصدق بقيمة النقصان أيضا۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله ولو تركت التضحية إلخ) شروع في بيان قضاء الأضحية إذا فاتت عن وقتها فإنها مضمونة بالقضاء في الجملة كما في البدائع (قوله ومضت أيامها إلخ) قيد به لما في النهاية إذا وجبت بإيجابه صريحا أو بالشراء لها فإن تصدق بعينها في أيامها فعليه مثلها مكانها لأن الواجب عليه الإراقة وإنما ينتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضي أيامها وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها لأن الإراقة إنما عرفت قربة في زمان مخصوص ولا تجزيه الصدقة الأولى عما يلزمه بعد لأنها قبل سبب الوجوب اهـ (قوله تصدق بها حية) لوقوع اليأس عن التقرب بالإراقة وإن تصدق بقيمتها أجزأه

أيضا لأن الواجب هنا التصدق بعينها وهذا مثله فيما هو المقصود اهـ۔ ذخيرة۔(الشاميه ٦/٣٢٠،ط:سعيد)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

متوسط درجے کی بکری کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہے، گائے کے ساتویں حصے کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں۔(امداد الاحکام ۴/۲۷۴، ط: مکتبہ دار العلوم)

مسئلہ : مسکین نے قربانی خرید لی لیکن ایامِ قربانی میں ذبح کرنے کی نوبت کسی وجہ سے نہیں آئی تو اس پر واجب ہے کہ زندہ جانور کو صدقہ کر دے۔

قال الامام ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ :(قوله ولو لم يضح حتى مضت ايام النحر ان كان اوجب على نفسه او كان فقيرا وقد اشترى الاضحية تصدق بها حية) قال في معراج الدراية: قيد الايجاب على نفسه غير مفيد لانه لو كان واجبا بدون الايجاب على نفسه فالحكم كذلك، انتهى۔اقول: ليس ذلك بسديد لان الحكم هنا هو التصدق بها حية وليس الحكم كذلك فيما لو كان واجبا بدون الايجاب على نفسه فان الحكم هنالك هو التصدق بقيمتها لا التصدق بعينها حية كما افصح عنه المصنف بقوله :وان كان غنيا تصدق بقيمتها شاة اشترى او لم يشتر۔

(فتح القدير ٨/٤٣٢،٤٣٣،ط:رشيديه قديم)

مسئلہ : ایک ملک کے رہنے والوں نے دوسرے ملک میں قربانی کا جانور خرید کر قربانی کرنا چاہی، مثلاً سعودی عرب یا امریکہ، برطانیہ وغیرہ کے باشندے نے پاکستان میں قربانی بھیج دی یا پاکستان کے باشندوں نے افغانستان میں قربانی کرنا چاہی تو ان کی قربانی درست ہے، بشرطیکہ دونوں ملکوں میں عید الاضحیٰ ایک ہی دن ہو، اگر دونوں ملکوں کی عید میں ایک یا دو دن کا فرق ہے تو صحتِ قربانی کے لیے یہ شرط ہے کہ اس دن کی جائے جس دن دونوں ملکوں میں عید ہو۔ اگر اس دن سے آگے پیچھے کیا تو قربانی صحیح نہ ہوگی، دوبارہ کرنا واجب ہوگی۔

قال ملك العلماء الكاساني رحمه الله تعالىٰ :فصل: وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما وأيام النحر ثلاثة يوم الأضحى وهو اليوم العاشر من ذي الحجة والحادي عشر والثاني عشر وذلك بعد

طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثانی عشر .... فاذا طلع الفجر من اليوم الاول فقد دخل وقت الوجوب۔

(بدائع الصنائع ٥/٦٥،ط:سعيد)

وقال رحمه الله تعالىٰ ايضا :هذا إذا كان من عليه الأضحية فی المصر والشاة فی المصر فإن كان هو فی المصر والشاة فی الرستاق أو فی موضع لا يصلی فيه وقد كان أمر أن يضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلاة العيد فإنها تجزيه وعلی عكسه لو كان هو فی الرستاق والشاة فی المصر وقد أمر من يضحی عنه فضحوا بها قبل صلاة العيد فإنها لا تجزيه وإنما يعتبر فی هذا مكان الشاة لا مكان من عليه هكذا ذكر محمد عليه الرحمة فی النوادر وقال إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه وهكذا روى الحسن عن أبی يوسف رحمه الله يعتبر المكان الذی يكون فيه الذبح ولا يعتبر المكان الذی يكون فيه المذبوح عنه وإنما كان كذلك لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لا مكان المفعول عنه وإن كان الرجل فی مصر وأهله فی مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبی يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال ينبغی لهم أن لا يضحوا عنه حتی يصلی الإمام الذی فيه أهله وإن ضحوا عنه قبل أن يصلی لم يجزه وهو قول محمد عليه الرحمة وقال الحسن بن زياد انتظرت الصلاتين جميعا وإن شكوا فی وقت صلاة المصر الآخر انتظرت به الزوال فعنده لا يذبحون عنه حتی يصلوا فی المصرين جميعا وإن وقع لهم الشك فی وقت صلاة المصر الآخر لم يذبحوا حتی تزول الشمس فإن زالت ذبحوا عنه وجه قول الحسن أن فيما قلنا اعتبار الحالين حال الذبح وحال المذبوح عنه فكان أولى ولأبی يوسف ومحمد رحمهما الله أن القربة فی الذبح والقربات المؤقتة يعتبر وقتها فی حق فاعلها لا فی حق المفعول عنه۔

(بدائع الصنائع ٥/٧٤،ط:سعيد)

مسئلہ : ایامِ اضحیہ میں قربانی نہیں کی تو بعد میں یوم الاداء کی قیمت صدقہ کرے یعنی جس دن اس واجب کو ادا کرنے کا ارادہ ہوا اسی دن درمیانے بکرے کی جتنی قیمت ہو کسی مسکین کو دے دے۔

احسن الفتاویٰ میں ہے:

زکوۃ سوائم کی طرح یوم الاداء کی قیمت واجب ہے۔(احسن الفتاوی ۷/۵۳۴،ط:سعید)

مسئلہ : اگر جانور وزن کے اعتبار سے خریدا اس طور پر کہ ذبح کے بعد جتنا گوشت نکلے گا فی کلو کے اعتبار سے اتنے اتنے پیسے دوں گا تو ثمن مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے اور اس بیع کا فسخ کرنا واجب ہے، البتہ اگر مشتری نے جانور پر قبضہ کرلیا اور قربانی کرلی تو وہ مالک ہوجائے گا اور قربانی بھی ادا ہوجائے گی۔

فی الهندية : رجل اشترى شاة شراء فاسدا فذبحها عن الأضحية جاز وللبائع الخيار فإن ضمنه قيمتها حية فلا شیء علی المضحی۔

(الهندية ٥/٣٠٢،ط:رشيديه)

مسئلہ : قربانی کا جانور بدک کر کسی کا مالی یا جانی نقصان کردے تو جانور کے مالک پر تاوان نہیں۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالىٰ :(وإن أرسل طيرا) ساقه أو لا أو دابة (أو كلبا ولم يكن سأيقا) له(أو انفلتت دابة) بنفسها (فأصابت مالا أو آدميا نهارا أو ليلا لا ضمان) فی الكل لقوله صلی الله عليه وسلم العجماء جبار، أی المنفلتة هدر۔(الشامية ٦/٦٠٨،ط:سعيد)

قربانی میں شرکت کے احکام

مسئلہ : قربانی کے جانور میں حصوں کی تعیین ضروری ہے اس طور پر کہ کس شخص کا حصہ کس جانور میں ہے، اگر جانور متعین نہ کیا گیا بایں طور کہ دو گائے میں چودہ آدمی بلاتعیینِ جانور شریک ہوگئے تو بھی قربانی جائز ہوجائے گی (استحساناً)۔البتہ گوشت کی تقسیم کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ دونوں گائے کے گوشت کو ملا کر چودہ حصے کرلیے جائیں۔

فی الهندية : وفی الأضاحی للزعفرانی اشترى سبعة نفر سبع شياه بينهم ولم يسم لكل واحد منهم شاة بعينها فضحوا بها كذلك فالقياس أن لا يجوز وفی الاستحسان يجوز فقوله اشترى سبعة نفر سبع شياه بينهم يحتمل شراء كل شاة بينهم ويحتمل شراء شياه على أن يكون لكل واحد شاة ولكن

لا بعينها فإن كان المراد هو الثانى فما ذكر فى الجواب باتفاق الروايات لأن كل واحد منهم يصير مضحيا شاة كاملة وإن كان المراد هو الأول فما ذكر من الجواب على إحدى الروايتين فإن الغنم إذا كانت بين رجلين ضحيا بها ذكر فى بعض المواضع أنه لا يجوز كذا فى المحيط۔

(الهندية ٥/٣٠٦، ط:رشيديه)

امدادالاحکام میں ہے:

السوال: اگر چودہ آدمی دوگایوں میں شریک ہوکر قربانی کریں کہ ہرایک کا حصہ کسی خاص گائے میں متعین نہ کیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ یہ گائے سات شخصوں کی ہے اور دوسری گائے دوسرے سات شخصوں کی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ دونوں گائیں مشترک طور پر چودہ شخصوں کی طرف سے ہیں تو اس طرح قربانی درست ہوگی یا نہیں۔

الجواب

یہ صورت قیاساً تو جائز نہیں، ہاں استحساناً جائز ہے۔(امدادالاحکام ۴/۲۷۳، ط: دارالعلوم)

مسئلہ : گائے بھینس اونٹ میں سات اور اس سے کم آدمی شریک ہوسکتے ہیں بشرطیکہ ان میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو اور سب کی نیت ثواب کی ہو اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہو یا اس کی نیت محض گوشت کھانے کی ہے تو پھر کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔عقیقہ بھی چونکہ ثواب کا کام ہے۔اس لیے عقیقہ کی نیت سے کوئی شرکت کرے تو بھی جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ جس گائے میں قربانی کا حصہ ہے اس میں عقیقے کا حصہ نہ ڈالے۔

قال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ : ولا شك فى جواز بدنة أو بقرة عن أقل من سبعة بأن اشترك اثنان أو ثلاثة أو أربعة أو خمسة أو ستة فى بدنة أو بقرة لأنه لما جاز السبع فالزيادة أولى وسواء اتفقت الانصباء فى القدر أو اختلفت بأن يكون لأحدهم النصف وللآخر الثلث وللآخر السدس بعد أن لا ينقص عن السبع۔(بدائع الصنائع ٥/٧١،ط:سعيد)

وقال العلامة قاضى خان رحمه الله تعالىٰ :الشاة فى الأضحية لا تجوز إلا عن واحد والإبل والبقر يجوز عن سبعة إذا أراد الكل القربة اختلفت جهة القربة أو اتحدت وإن أراد بعض الشركاء اللحم لا يجوز عنهم ولا تسقط الأضحية عنهم۔

(الفتاوى الخانية على هامش الهندية ٣/٣٤٩،ط: رشيديه)

قال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ : ولنا أن الجهات وإن اختلفت صورة فهى فى المعنى واحد لأن المقصود من الكل التقرب إلى الله عز شأنه وكذلك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد وولد له من قبل لأن ذلك جهة التقرب إلى الله تعالى عز شأنه بالشكر على ما أنعم عليه من الولد كذا ذكر محمد رحمه الله فى نوادر الضحايا۔

(بدائع الصنائع ٥/٧٢،ط:سعيد)

فى الهندية : ولو أرادوا القربة الأضحية أو غيرها من القرب أجزأهم سواء كانت القربة واجبة أو تطوعا أو وجب على البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت بأن أراد بعضهم الأضحية وبعضهم جزاء الصيد وبعضهم هدى الإحصار وبعضهم كفارة عن شيء أصابه فى إحرامه وبعضهم هدى التطوع وبعضهم دم المتعة أو القران وهذا قول أصحابنا الثلاثة رحمهم الله تعالى وكذلك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل كذا ذكر محمد رحمه الله تعالى فى نوادر الضحايا۔

(الهندية ٥/٣٠٤ ،ط:رشيديه)

مسئلہ : قربانی کے لیے جانور خریدتے وقت نیت تھی کہ دوسروں کو شریک کرے گا تو اس کے لیے خریدنے کے بعد دوسروں کو شریک کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہے۔

مسئلہ : اگر خریدتے وقت دوسروں کی شرکت کی نیت نہیں تھی پورا جانور اپنے لیے خریدا تو مالدار کے لیے ایک روایت کے مطابق دوسروں کو شریک کرنا درست ہے۔اور فقیر کے لیے دوسروں کو شریک کرنا درست نہیں پورا جانور اپنی طرف سے ذبح کرنا ضروری ہے۔

بہرحال مالدار کے لیے بھی دوسروں کو شریک کرنا ناپسندیدہ اور خلاف احتیاط ہے۔احتیاط اور بہتری اسی میں ہے کہ نیت کے مطابق پورے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کردے۔

قال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ : ولو اشترى رجل بقرة يريد أن يضحى بها ثم أشرك فيها بعد ذلك قال هشام سألت أبا يوسف فأخبرنى أن أبا حنيفة رحمه الله قال أكره ذلك ويجزيهم أن يذبحوها عنهم قال وكذلك قول أبى يوسف قال قلت لأبى يوسف ومن نيته أن يشرك

فيها قال لا أحفظ عن أبي حنيفة رحمه الله فيها شيئًا ولكن لا أرى بذلك بأسا۔ وقال في الأصل قال أرأيت في رجل اشترى بقرة يريد أن يضحي بها عن نفسه فأشرك فيها بعد ذلك ولم يشركهم حتى اشتراها فأتاه إنسان بعد ذلك فأشركه حتى استكمل يعني أنه صار سابعهم هل يجزي عنهم قال نعم استحسن وإن فعل ذلك قبل أن يشتريها كان أحسن۔وهذا محمول على الغني إذا اشترى بقرة لأضحيته لأنها لم تتعين لوجوب التضحية بها وإنما يقيمها عند الذبح مقام ما يجب عليه أو واجب عليه فيخرج عن عهدة الواجب بالفعل فيما يقيمه فيه فيجوز اشتراكهم فيها وذبحهم إلا أنه يكره لأنه لما اشتراها ليضحي بها فقد وعد وعدا فيكره أن يخلف الوعد۔ فأما إذا كان فقيرا فلا يجوز له أن يشترك فيها لأنه أوجبها على نفسه بالشراء للأضحية فتعينت للوجوب فلا يسقط عنه ما أوجبه على نفسه۔ وقد قالوا في مسألة الغني إذا أشرك بعدما اشتراها للأضحية أنه ينبغي أن يتصدق بالثمن وإن لم يذكر ذلك محمد رحمه الله لما روى أن رسول الله دفع إلى حكيم بن حزام دينارا وأمره أن يشتري له أضحية فاشترى شاة فباعها بدينارين واشترى بأحدهما شاة وجاء إلى النبي عليه الصلاة والسلام بشاة ودينار وأخبره بما صنع فقال له عليه الصلاة والسلام بارك الله في صفقة يمينك وأمر عليه الصلاة والسلام أن يضحي بالشاة ويتصدق بالدينار لما أنه قصد إخراجه للأضحية كذا ههنا۔(بدائع الصنائع ٥/٧٢،ط:سعيد)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ :(وصح اشتراك ستة في بدنة شريت لأضحية) أي إن نوى وقت الشراء الاشتراك صح استحسانا وإلا لا (استحسانا وذا) أي الاشتراك (قبل الشراء أحب)۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله في بدنة شريت لأضحية)أي ليضحي بها عن نفسه، هداية وغيرها، وهذا محمول على الغني لأنها لم تتعين لوجوب الضحية بها ومع ذلك يكره لما فيه من خلف الوعد وقد قالوا إنه ينبغي له أن يتصدق بالثمن وإن لم يذكره محمد نصا فأما الفقير فلا يجوز له أن يشرك فيها لأنه أوجبها على نفسه بالشراء للأضحية فتعينت للوجوب، بدائع و غاية البيان، لكن في الخانية سوى بين الغني والفقير ثم حكى التفصيل عن بعضهم تأمل۔(الشامية ٦/٣١٧،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر شرکاء میں سے کوئی سود، بیمہ، قمار وغیرہ حرام آمدنی کی رقم جمع کر کے شریک ہوگیا تو پھر کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

في الهندية : وفي المنتقى إبراهيم عن محمد رحمه الله تعالى في امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالا قال إن كان على شرط رده على أصحابه إن عرفهم يريد بقوله على شرط إن شرطوا لها في أوله مالا بإزاء النياحة أو بإزاء الغناء وهذا لأنه إذا كان الأخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية فكان الأخذ معصية والسبيل في المعاصي ردها وذلك هاهنا برد المأخوذ إن تمكن من رده بأن عرف صاحبه وبالتصدق به إن لم يعرفه ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله۔

(الهندية ٥/٣٤٩،ط:رشيديه)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه۔(الشامية ٥/٩٩،ط:سعيد)

مسئلہ : اجتماعی قربانی میں اگر تمام شرکاء اپنی مرضی سے سری، پائے، قصابوں یا انتظامیہ کے لیے چھوڑ دیں تو قصابوں اور انتظامیہ کے لیے ان کا لے جانا جائز ہے، البتہ بطورِ اجرت دینا جائز نہیں۔

امداد المفتین میں ہے:

سوال: ایک شخص جو اپنی قربانی میں سے سری، پائے یا کوئی اور حصہ سقہ، بھنگی اور فقیر کو ان کا حق سمجھ کر دیتا ہے، آیا اس کی قربانی صحیح ہوجاتی ہے؟ یا اس میں کوئی نقص پیدا ہوجاتا ہے، اور اگر کوئی پیدا ہوجاتا ہے تو اس کی کیا تلافی ہے؟

الجواب: قربانی ادا ہوجاتی ہے مگر بہت کراہت کے ساتھ اور اس کے ذمے واجب ہوتا ہے کہ سر، پائے کی جو قیمت ہو اندازہ کر کے اس کا صدقہ کرے ورنہ گنہگار رہے گا، اور یہ سب اس وقت ہے جب کہ خدمت پیشہ لوگوں کو مقرر کر کے بطور حق الخدمت دے کیونکہ وہ بحکم بیع ہے اور اگر اتفاقی طور پر کسی خدمت گار کو دے دیا جاوے تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ رسم نہ پڑے۔

(امداد المفتین ۸۰۰، ط: دارالاشاعت)

مسئلہ : شیعہ، قادیانی، مجوسی وغیرہ کسی غیر مسلم اور مرتد وزندیق کو شریک کرنا جائز نہیں، اگر شریک کرلیا تو پھر کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی۔ مسلمانوں پر دوبارہ کرنا واجب اور ضروری ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (وان كان شريك الستة نصرانيا او مريدا اللحم لم يجز عن احد)۔

وقال العلامة الطحطاوي رحمه الله تعالىٰ : (قوله وان كان شريك الستة نصرانيا) ولو نوى الاضحية لان نيته غير معتبرة لفقد شرطها وهو الاسلام قال في الهندية ولا يشارك المضحي فيما يحتمل الشركة من لايريد القربة راسا فان شارك لم تجز عن الاضحية وكذا هذا في سائر القرب۔(حاشية الطحطاوي على الدر ٤/١٦٦،ط:المكتبة العربية)

مسئلہ : اگر قربانی میں کوئی حصے دار اپنا حصہ کسی مرحوم کی جانب سے کرنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ نیت تو اپنی طرف سے قربانی کی کرلے اور ثواب مرحوم کو بخش دے۔(امداد الاحکام ۴/۲۳۳، ط: دار العلوم)

مسئلہ : اگر کوئی صاحبِ نصاب شخص اپنے کسی مرحوم کی طرف سے قربانی کی نیت کرلے تو اس قربانی سے اس کے ذمہ جو قربانی ہے وہ ساقط ہو جائے گی یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں: (۱) ساقط ہو جائے گی۔ یہ قول اَیسر اور اَوسع ہے اور عند البعض اَرجح ہے۔

(۲) ساقط نہ ہوگی۔ یہ قول اَحوط ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اگر وسعت ہو تو اپنی قربانی الگ سے کرلے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله وعن ميت) أي لو ضحى عن ميت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأكل منها وإن تبرع بها عنه له الأكل لأنه يقع على ملك الذابح والثواب للميت ولهذا لو كان على الذابح واحدة سقطت عنه أضحيته كما في الأجناس ـقال الشرنبلالي : لكن في سقوط الأضحية عنه تأمل اهـ ـأقول : صرح في فتح القدير في الحج عن الغير بلا أمر أنه يقع عن الفاعل فيسقط به الفرض عنه وللآخر الثواب فراجعه۔(الشامية ٦/٣٣٥،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر کئی مرحومین کو اضحیہ کا ثواب پہنچانا مقصود ہو تو اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اپنی طرف سے ایک نفلی قربانی کرکے اس کا ثواب سب مرحومین کو بخش دے۔

قال العلامة ظفر احمد العثماني رحمه الله تعالى : قلت : التضحية عن

الغير تحتمل وجهين: أحدهما: أن يكون المضحي هو الغير ويكون المباشر نائبا عنه، ومثل هذه التضحية لا يجوز بشاة واحدة عن أكثر من واحد عند ابي حنيفة وأصحابه لما دل الدليل على أن الشاة الواحد لا تجزئ الا عن واحد والثاني : أن يكون المضحي هو المباشر ويشرك غيره في الثواب أن يهديه له ،ومثل هذه التضحسية لا يمنعه أبو حنيفة وأصحابه، لا لواحد، ولا لأكثر۔(اعلاء السنن،١٧/٢٠٩،ط:ادارة القرآن)

مسئلہ : اگر قربانی کے جانور میں غلطی سے سات سے زیادہ افراد شریک ہو جائیں تو دو صورتیں ہیں: (۱) اگر قربانی ذبح کرنے سے پہلے پہلے پتہ چل گیا تو زائد افراد اپنے حصے کی قیمت بقیہ شرکاء سے وصول کر کے الگ ہو جائیں۔ (۲) اور اگر سات سے زائد افراد کی جانب سے قربانی کر لی گئی تو ان سب کی قربانی باطل ہو جائے گی اور اس کی جگہ ایامِ قربانی میں قربانی کرنا ضروری ہے، اور ایامِ قربانی گزرنے کے بعد ہر ایک پر ایک متوسط قربانی کی قیمت کا تصدق ضروری ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (فتجب) التضحية............ (على حر مسلم مقيم)............(موسر)...... (عن نفسه لا عن طفله) ......(شاة) بالرفع بدل من ضمير تجب أو فاعله (أو سبع بدنة) هي الإبل والبقر سميت به لضخامتها ولو لأحدهم أقل من سبع لم يجز عن أحد وتجزى عما دون سبعة بالأولى۔(الشامية ٦/٣١٣......٣١٦،ط:سعيد)

مسئلہ : قربانی کے سات حصہ داروں میں سے کسی کے لیے جانور ذبح کرنے یا گوشت وغیرہ بنانے کی اجرت لینا جائز نہیں۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قربانی میں شریک کو ذبح کی اجرت لینا دو وجہ سے ناجائز ہے:

(۱) ذبح کرنا خود اس پر واجب ہے، اصالۃً یا نیابۃً اور واجب علی العین پر اجرت لینا ناجائز ہے۔

(۲) فعل مشترک کی اجرت کا استحقاق نہیں۔

ذبح کے بعد چمڑا اتارنے اور گوشت بنانے کی اجرت صرف دوسری وجہ سے ناجائز ہے۔

(احسن الفتاوی، ۷/۵۱۸، ط: سعید)

﴿اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا مسئلہ﴾

درج ذیل وجوہ کی بنیاد پر اونٹ میں بھی سات افراد کی شرکت متعین اور راجح ہے اور اونٹ میں سات افراد سے زائد افراد کا شریک ہونا مرجوح اور غیر صحیح ہے:

(۱) صحیح، صریح اور قولی حدیث میں صرف سات افراد کی شرکت کا ذکر ہے، دس افراد کی شرکت اس قسم کی کسی ایک حدیث میں بھی ثابت نہیں۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی ﷺ قال البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن سبعۃ رواہ مسلم و ابو داؤد واللفظ لہ۔

(مشکوۃ المصابیح ص : ۱۲۷، ط:قدیمی)

(۲) اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی یہی ہے چنانچہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ باب فی الاشتراک فی الاضحیہ کے تحت ایک حدیث جس میں گائے اور اونٹ میں سات افراد کی شرکت کا بیان ہے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ''والعمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرھم'' امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اونٹ میں دس افراد کی شرکت کے متعلق صرف اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک اونٹ میں دس افراد کی شرکت بھی درست ہے ان کے علاوہ ایک اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا جواز نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے نہ تابعی علیہ الرحمۃ سے اور نہ کسی امام سے نقل کیا ہے، جبکہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اعلم بالمذاہب مانے گئے ہیں اور ہر مسئلہ میں اپنی معلومات کے مطابق عمل کرنے والوں اور فتویٰ دینے والوں کا ضرور ذکر کرتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی صنیع سے یہ بات بظاہر معلوم ہوتی ہے کہ اونٹ میں دس افراد کی شرکت کے جواز کا قول وعمل نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا نہ تابعی رحمہ اللہ اور نہ کسی مجتہد کا ہے صرف اسحاق بن راھویہ علیہ الرحمۃ کا ایک قول ہے۔

وقال الشیخ المحدث احمد علی السھارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی البعیر عشرۃ قال المظھر عمل بہ اسحق بن راھویہ۔

(حاشیۃ جامع الترمذی ۱/۲۷۶، ط:سعید)

(۳) جمہور ائمہ مجتہدین، احناف، امام شافعی، امام احمد اور سفیان ثوری وغیرہ رحمہم اللہ

تعالیٰ کا مذہب بھی یہی ہے کہ اونٹ میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔

قال الامام الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ: ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علی ھذا عند أھل العلم من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ و سلم وغیرھم وھو قول سفیان الثوری و ابن المبارک و الشافعی و احمد و إسحق۔

(جامع الترمذی ۱/۲۷۶، ط:سعید)

وفی التحفۃ تحت روایۃ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قولہ (وھو قول سفیان الثوری والشافعی واحمد)وھو قول الحنفیۃ، واحتجوا بحدیث الباب وما فی معناہ۔(تحفۃ الاحوذی ۳/۷۶۹، ط:قدیمی)

(۴) احتیاط بھی اسی میں ہے کیوں کہ سات کی صورت میں اتفاقاً سب کی قربانی ہوجاتی ہے جبکہ دس افراد کی شرکت کی صورت میں کسی کی بھی قربانی اہل علم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جمہور اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں ہوگی۔

جس حدیث میں اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا بیان ہے وہ درج ذیل وجوہ سے متروک العمل ہے۔

(الف) یہ روایت اتفاقاً صحیح، صریح، قولی حدیث کے خلاف اور معارض ہے اور سند کی غرابت وغیرہ وجوہ کی بناء پر اس کے مقابلے میں مرجوح اور متروک ہے۔

وقال الشیخ المحدث احمد علی السھارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی البعیر عشرۃ قال المظھر عمل بہ اسحق بن راھویہ .... والا ظھر ان یقال معارض بالروایۃ الصحیحۃ واما ما ورد فی البدنۃ سبعۃ او عشرۃ فھو شاک وغیرہ جازم بالسبعۃ۔(حاشیۃ جامع الترمذی ۱/۲۷۶، ط:سعید)

(ب) یہ روایت اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم اور جمہور ائمہ علیہم الرحمۃ کے عمل اور قول کے خلاف ہے اس لیے اس روایت کو صحیح ماننے کی صورت میں اس روایت میں نسخ وغیرہ کی مناسب تاویل کی جائے گی۔

وقال الشیخ المحدث احمد علی السھارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی البعیر عشرۃ قال المظھر عمل بہ اسحق بن راھویہ وقال غیرہ انہ منسوخ

بما هو من قوله "البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة"۔

(حاشية جامع الترمذی ۱/۲۷۶،ط:سعيد)

(ج) یہ روایت احتیاط کے بھی خلاف ہے لہٰذا جب اس حدیث میں دس کی شرکت کے وجوب اور فرضیت کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف اباحت کا ذکر ہے تو احتیاط کے پہلو کے مقابلے میں متروک العمل ہوگا۔

غیر مقلدین اور مرزائی کی شرکت

غیر مقلدین کے نزدیک اگر حصہ داروں میں مرزائی شریک ہو تو قربانی جائز ہے۔

(فتاویٰ علماءِ اہلِ حدیث ۱۳/ ۸۹، بحوالہ رسائل ۳/۳۸۴)

مطالبہ : پوری امت کے اتفاق کے خلاف غیر مقلدین کے مولویوں نے جو جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ فتویٰ جس آیت اور حدیث میں صراحۃً موجود ہے وہ صریح آیت اور صحیح صریح غیر معارض حدیث بتائیں، یا اپنے مولویوں کے ضال مضل ہونے کا اعلان کریں۔

قربانی کے آداب اور مستحبات

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ (موٹا) بہت خوب صورت اور بڑی جسامت کا ہو۔ نیز بکروں اور دنبوں میں سب سے بہتر سینگوں والا سفید یا چتکبرا خصی مینڈھا ہے۔

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ :وأما الذی يرجع إلى الأضحية فالمستحب أن يكون أسمنها وأحسنها وأعظمها لأنها مطية الآخرة قال عليه الصلاة والسلام عظموا ضحاياكم فإنها على الصراط مطاياكم ومهما كانت المطية أعظم وأسمن كانت على الجواز على الصراط أقدر وأفضل الشاء أن يكون كبشا أملح أقرن موجواً لما روى جابر رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ضحى بكبشين أملحين أقرنين موجوئين عظيمين سمينين والأقرن العظيم القرن والأملح الأبيض۔

(بدائع الصنائع ۵/ ۸۰،ط:سعيد)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالیٰ : قال رحمه الله : (والخصى)

وعن أبى حنيفة رحمه الله تعالى هو أولى لأن لحمه أطيب وقد صح أنه عليه الصلاة والسلام ضحى بكبشين أملحين موجوئين الأملح الذى فيه ملحة وهو البياض الذى فيه شعيرات سود وهو من لون الملح۔

(البحر الرائق ۸/ ۳۲۳،ط:رشيديه)

مسئلہ : ایامِ قربانی سے پہلے جانور خرید کر گھر میں پالنا، ہار پہنانا، جھول ڈالنا، قربان گاہ کی طرف نرمی سے ہنکانا، تیز دار آلہ سے ذبح کرنا، ذبح کے بعد پوری جان نکلنے اور ٹھنڈا ہو جانے تک گوشت پوست نہ اتارنا، اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا یا دوسرے سے ذبح کروا کر خود وہاں موجود رہنا وغیرہ امور بہتر اور افضل ہیں۔

قال ملک العلماء الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : أما الذى هو قبل التضحية فيستحب أن يربط الأضحية قبل أيام النحر بأيام لما فيه من الاستعداد للقربة واظهار الرغبة فيها فيكون له فيه أجر وثواب وأن يقلدها ويجللها اعتبارا بالهدايا والجامع أن ذلك يشعر بتعظيمها قال الله تعالى ذلك ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب وأن يسوقها إلى المنسك سوقا جميلا لا عنيفا وان لا يجر برجلها إلى المذبح كما ذكرنا فى كتاب الذبائح.........وأما الذى يرجع إلى من عليه التضحية فالأفضل أن يذبح بنفسه إن قدر عليه لأنه قربة فمباشرتها بنفسه أفضل من توليتها غيره كسائر القربات والدليل عليه ما روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ساق مأية بدنة فنحر منها نيفا وستين بيده الشريفة عليه الصلاة والسلام ثم أعطى المدية سيدنا عليا رضى الله عنه فنحر الباقين وهذا إذا كان الرجل يحسن الذبح ويقدر عليه فأما إذا لم يحسن فتوليته غيره فيه أولى......ويستحب أن يحضر الذبح لما روى عن سيدنا على رضى الله عنه أن النبى عليه السلام قال لسيدتنا فاطمة رضى الله عنها يا فاطمة بنت محمد قومى فاشهدى ضحيتك فإنه يغفر لك بأول قطرة تقطر من دمها مغفرة لكل ذنب أما أنه يجاء بدمها ولحمها فيوضع فى ميزانك وسبعون ضعفا فقال أبو سعيد الخدرى رضى الله عنه يا نبى الله هذا لآل محمد

خاصة فإنهم أهل لما خصوا به من الخير أم لآل محمد وللمسلمين عامة فقال هذا لآل محمد خاصة وللمسلمين عامة...... .... وأما الذی يرجع إلى آلة التضحية فما ذكرنا فی كتاب الذبائح وهو أن تكون آلة الذبح حادة من الحديد وأما الذی هو بعد الذبح فالمستحب أن يتربص بعد الذبح قدر ما يبرد ويسكن من جميع أعضائه وتزول الحياة عن جميع جسده ويكره أن ينخع ويسلخ قبل أن يبرد لما ذكرنا فی كتاب الذبائح۔

(بدائع ۷۸/۵ ...... ۸۰،ط:رشیدیہ قدیم)

مسئلہ : مستحب اور بہتر ہے کہ جانور کو قبلہ رخ لٹانے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِنَّ صَلاتِی وَنُسُكِی وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لاَ شَرِيْ لَكَ لَهُ وَبِذٰلِ لَكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

اور جب بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کر چکے تو یہ دعا پڑھے :

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّی كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِ لَكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِيْلِ لَكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامِ۔

عن جابر قال: ذبح النبی ﷺ يوم الذبح كبشين أقرنين أملحين موجوئين فلما وجههما قال: "إنی وجهت وجهی للذی فطر السموات والأرض على ملة إبراهيم حنيفا وما أنا من المشركين إن صلاتی ونسكی ومحيای ومماتی لله رب العالمين لا شری لك له وبذ لك أمرت وأنا من المسلمين" اللهم من لك ول لك عن محمد وأمته بسم الله والله أكبر ثم ذبح ۔ رواه أحمد وأبو داود وابن ماجه والدارمی وفی رواية لأحمد وأبی داود والترمذی: ذبح بيده وقال: بسم الله والله أكبر اللهم هذا عنی وعمن لم يضح من أمتی۔

(مشكوة ۱۲۸،ط:قديمی)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

۲......بعد ذبح کے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّی كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِ لَكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِيْلِ لَكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامِ۔

اس دعا کا ماخذ وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد شریف نے روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:اللهم تقبل من محمد و آل محمد ۔(فتاویٰ محمودیہ ۴۸۸/۱۷)

عن عائشة أن رسول الله ﷺ أمر بكبش أقرن يطأ فی سواد وينظر فی سواد ويبر ك فی سواد فأتی به فضحی به۔ فقال: يا عائشة هلمی المدية۔ ثم قال: اشحذيها بحجر۔ ففعلت فأخذها وأخذ الكبش فأضجعه وذبحه وقال: بسم الله اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن أمة محمد۔ ثم ضحی به صلى الله عليه وسلم۔(ابو داؤد ۳۸٦/۲،ط:میر محمد)

قربانی کے مکروہات

(۱) جانور کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا یا اس کے سامنے تیز کرنا۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ :(وندب إحداد شفرته قبل الإضجاع وكره بعده۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ :(قوله وندب إلخ) للأمر به فی الحديث لأنها تعرف ما يراد بها كما جاء فی الخبر أبهمت البهائم إلا عن أربعة خالقها ورازقها وحتفها وسفادها شرنبلالية عن المبسوط۔

(الشامية ۲۹٦/٦،ط:سعيد)

(۲) لوہے کے بغیر کسی دوسرے آلہ سے ذبح کرنا یا کند چھری سے ذبح کرنا۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ :(و)حل الذبح (بكل ما أفری الأوداج) أراد بالأوداج كل الأربعة تغليبا(وأنهر الدم) أی أساله (ولو) بنار أو (بليطة) أی قشر قصب (أو مروة) هی حجر أبيض كالسكين يذبح بها (إلا سنا وظفرا قائمين ولو كانا منزوعين حل) عندنا (مع الكراهة) لما فيه من الضرر بالحيوان كذبحه بشفرة كليلة۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ :(قوله مع الكراهة) أی كراهة الذبح بها وأما أكل الذبيح بها لا بأس به كما فی العناية و الاختيار۔ شرنبلالية۔(الشامية ۲۹۵/٦،۲۹٦،ط:سعيد)

فى الهندية : والمستحب أن تكون الأضحية أسمنها وأحسنها وأعظمها وأفضل الشاة أن تكون كبشا أملح أقرن موجوئاً وأن تكون آلة الذبح حادة من الحديد۔(الهنديه ٥/ ٣٠٠،ط:رشيديه)

(۳) ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر کاٹنا یا کھال اتارنا، گدی کی طرف سے ذبح کرنا۔

(۴) قبلہ رخ ہوئے بغیر ذبح کرنا اور چھری حرام مغز تک پہنچانا یا گردن کاٹ کر الگ کرنا۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ :(وندب إحداد شفرته قبل الإضجاع وكره بعده كالجر برجلها إلى المذبح وذبحها من قفاها)............
(والنخع) بفتح فسكون بلوغ السكين النخاع وهو عرق أبيض فى جوف عظم الرقبة۔ (و) كره كل تعذيب بلا فائدة مثل (قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد) أى تسكن عن الاضطراب وهو تفسير باللازم كما لا يخفى۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله بلوغ السكين النخاع) المناسب إبلاغ السكين اهـ ح۔ وقيل النخع أن يمد رأسه حتى يظهر مذبحه وقيل أن يكسر عنقه قبل أن يسكن عن الاضطراب فإن الكل مكروه لما فيه من تعذيب حيوان بلا فائدة۔هداية ....(قوله وكره إلخ) هذا هو الأصل الجامع فى إفادة معنى الكراهة۔ عناية۔(الشاميه ٦/ ٢٩٥،٢٩٦،ط:سعيد)

(۵) ذبح سے پہلے قربانی کے لیے خریدے ہوئے جانور کے بال کاٹنا، اس پر سوار ہونا، بوجھ لادنا، اسے کرایہ پر چلانا وغیرہ، غرض اس کے کسی جزء سے انتفاع مکروہ وممنوع ہے۔

فى الهندية : ولو اشترى شاة للأضحية يكره أن يحلبها أو يجز صوفها فينتفع به لأنه عينها للقربة فلا يحل له الانتفاع بجزء من أجزأيها قبل إقامة القربة بها كما لا يحل له الانتفاع بلحمها إذا ذبحها قبل وقتها۔...........
ويكره ركوبها واستعمالها كما فى الهدى فإن فعل فنقصها فعليه التصدق بما نقص وإن آجرها تصدق بأجرها۔(الهنديه ٥/ ٣٠٠،٣٠١،ط:رشيديه)

(۶) اس کا دودھ دوہنا اور گوبر استعمال کرنا، البتہ اگر جانور کو گھر میں باندھ کر چارہ کھلایا جائے تو اس کا دودھ اور گوبر اسی کی ملکیت ہے، صدقہ کرنے کے بجائے اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔

فى الهندية : ولو اشترى بقرة حلوبة وأوجبها أضحية فاكتسب مالا من

لبنها يتصدق بمثل ما اكتسب ويتصدق بروثها فإن كان يعلفها فما اكتسب من لبنها أو انتفع من روثها فهو له ولا يتصدق بشيء كذا فى محيط السرخسى۔(الهندية ٥/ ٣٠١،ط:رشيديه)

(۷) جانور کی رسی اور جھول وغیرہ کو صدقہ کر دینا مستحب ہے، اگر خود استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، البتہ اگر فروخت کر دی تو قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

قال ملك العلماء الكاسانى رحمه الله تعالىٰ : ولا يحل بيع جلدها وشحمها ولحمها وأطرافها ورأسها وصوفها وشعرها ووبرها ولبنها الذى يحلبه منها بعد ذبحها بشىء لا يمكن الانتفاع به إلا باستهلاك عينه من الدراهم والدنانير والمأكولات والمشروبات ولا أن يعطى أجر الجزار والذابح منها لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال من باع جلد أضحيته فلا أضحية له وروى أن النبى عليه الصلاة والسلام قال لعلى رضى الله عنه تصدق بجلالها وخطامها ولا تعطى أجر الجزار منها وروى عن سيدنا على كرم الله وجهه أنه قال إذا ضحيتم فلا تبيعوا لحوم ضحاياكم ولا جلودها وكلوا منها وتمتعوا ولأنها من ضيافة الله عز شأنه التى أضاف بها عباده وليس للضيف أن يبيع من طعام الضيافة شيئًا فإن باع شيئًا من ذلك نفذ عند أبى حنيفة ومحمد وعند أبى يوسف لا ينفذ لما ذكرنا فيما قبل الذبح ويتصدق بثمنه لأن القربة ذهبت عنه فيتصدق به ولأنه استفاده بسبب محظور وهو البيع فلا يخلو عن خبث فكان سبيله التصدق۔
(بدائع الصنائع ٥/ ٨١،ط:سعيد)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله: ويتصدق بجلدها) وكذا بجلالها وقلائدها فإنه يستحب إذا أوجب بقرة أن يجللها ويقلدها وإذا ذبحها تصدق بذلك كما فى التاترخانية۔(الشاميه ٦/ ٣٢٨،ط:سعيد)

وقال العلامة ظفر احمد العثمانى رحمه الله تعالىٰ : باب التصدق بلحوم الاضاحى وجلودها واجلتها وان لايعطى منها شيء للجزار۔اقول: اما الامر بالتصدق بالاشياء المذكورة فمحمول على الندب لان الشارع اباح انتفاع المالك باللحوم والجلود فالاجلة اولى ـــ واما اعطاء الجزار منها،

فلایجوز لانه فی معنی البیع ـــ وهو غیر جائز بلا نیة التصدق، فافهم۔
(اعلاء السنن ۱۷/ ۲۶۰،ط:ادارة القرآن)

(۸) رات کے وقت ذبح کرنا، یہ کراہیت صرف فعل میں ہے قربانی بلا کراہیت ادا ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (وكره)تنزيها(الذبح ليلا) لاحتمال الغلط۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله: تنزيها) بحث من المصنف حيث قال: قلت:الظاهر أن هذه الكراهة للتنزيه ومرجعها إلى خلاف الأولى إذ احتمال الغط لا يصلح دليلا على كراهة التحريم اهـ أقول: وهو مصرح به في ذبائح البدائع۔(الشامية ٦/ ٣٢٠،ط:سعيد)
ومثله في اعلاء السنن ١٧/ ٢٧٥،ط:ادارة القرآن۔

متفرق مسائل

مسئله : جانور کے ذبح کرنے میں چار رگیں کاٹی جاتی ہیں۔
(الف) ”حلقوم“ یعنی سانس کی نالی جس کو ”نرخرہ“ کہتے ہیں۔
(ب) ”مری“ یعنی کھانے پینے کی نالی۔
(ج،د) ودجین یعنی شہ رگ جو حلقوم ومری کے دائیں بائیں ہوتی ہیں اگر ذبح کے وقت یہ چاروں نہ کٹ سکیں تو حلال ہونے کے لیے ان میں سے تین کا کٹ جانا بھی کافی ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (و) ذكاة (الاختيار ذبح بين الحلق واللبة) بالفتح المنحر من الصدر(وعروقه الحلقوم) كله وسطه أو أعلاه أو أسفله وهو مجرى النفس على الصحيح(والمرىء) هو مجرى الطعام والشراب (والودجان) مجرى الدم (وحل) المذبوح (بقطع أي ثلاث منها) إذ للأكثر حكم الكل۔(الشامية ٦/ ٢٩٤،٢٩٥،ط:سعيد)

مسئله :” ذبح فوق العقدہ“ کی صورت میں چونکہ یہ رگیں کٹ جاتی ہیں اس لیے جانور حلال ہے۔(ماخوذ از امداد الفتاویٰ ۳/ ۵۳۹،ط: مکتبہ دارالعلوم)

مسئله : حلال جانور کے درج ذیل اجزاء حرام ہیں :
(۱) بہتا خون (۲) ذکر (۳) مادہ کا فرج
(۴) مثانہ (۵) غدود (۶) خصیے
(۷) پتہ (۸) حرام مغز

مسئله : اوجھڑی کھانا جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : تتمة: ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول سبعة الدم المفسوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرار۔ بدائع۔(الشامية ٦/ ٣١١،ط:سعيد)
قال العلامة الطحطاوي رحمه الله تعالىٰ :وزيد نخاع الصلب۔
(حاشية الطحطاوي على الدر ٤/ ٣٦٠،ط:المكتبة العربيه)

مسئله : قربانی کے جانور کے دودھ، اون اور گوبر سے نفع اٹھانا درج ذیل صورتوں میں جائز ہے:
(۱) جانور گھر کا پالتو ہو۔(۲) جانور خریدا ہو مگر خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ ہو۔
(۳) قربانی کی نیت سے خریدا ہو مگر اس کی گزر باہر چرنے پر نہ ہو، بلکہ مالک اس کو اپنا چارہ کھلاتا ہو۔(احسن الفتاویٰ ۷/ ۴۷۸،ط:سعید)

مسئله : کسی نے دوسرے کے جانور کو انجانے میں ذبح کر دیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:
(۱) اگر مالک نے ذبح شدہ جانور لے لیا اور تاوان وصول نہ کیا تو مالک کی طرف سے قربانی ہو جائے گی۔
(۲) اگر مالک نے ذبح شدہ جانور نہ لیا بلکہ تاوان وصول کیا تو اس صورت میں مالک کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی بلکہ ذبح کرنے والے کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : قلت في أوائل القاعدة الأولى من الأشباه لو شراها بنية الأضحية فذبحها غيره بلا إذنه فإن أخذها مذبوحة

ولـم يـضـمـنـه أجـزأتـه وإن ضمنه لا تجزئه وهذا إذا ذبحها عن نفسه أما إذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان عليه اهـ فراجعه۔(الشامية ٦/ ٣٣٠،ط:سعيد)

گوشت اور چرم (کھال) کے مسائل

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ عام مساکین کے لیے دوسرا حصہ اعزہ واقارب کے لیے اور تیسرا اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے، البتہ اگر سارا گوشت خود رکھنا چاہے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت ذمی کافر کو بھی دے سکتے ہیں۔

فی الهندية: ويستحب أن يأكل من أضحيته ويطعم منها غيره والأفضل أن يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضيافة لأقاربه وأصدقائه ويدخر الثلث ويطعم الغني والفقير جميعا كذا في البدائع ويهب منها ما شاء للغني والفقير والمسلم والذمي كذا في الغياثية ولو تصدق بالكل جاز ولو حبس الكل لنفسه جاز وله أن يدخر الكل لنفسه فوق ثلاثة أيام إلا أن إطعامها والتصدق بها أفضل إلا أن يكون الرجل ذا عيال وغير موسع الحال فإن الأفضل له حينئذ أن يدعه لعياله ويوسع عليهم به كذا في البدائع۔

(الهنديه ٥/ ٣٠٠،ط:رشيديه)

مسئلہ: قصاب کی اجرت میں اور زکوۃ میں گوشت وغیرہ کا کوئی جزء دینا جائز نہیں۔

عن ابن جريج قال: أخبرني الحسن بن مسلم وعبد الكريم الجزري أن مجاهدا أخبرهما أن عبد الرحمن بن أبي ليلى أخبره أن عليا رضي الله عنه أخبره: أن النبي صلى الله عليه وسلم أمره أن يقوم على بدنه وأن يقسم بدنه كلها لحومها وجلودها وجلالها ولا يعطي في جزارتها شيئًا۔

(صحيح البخاري ١/ ٢٣٢،ط:قديمي)

عن علي قال: أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أقوم على بدنه وأن أتصدق بلحمها وجلودها وأجلتها وأن لا أعطي الجزار منها قال: نحن نعطيه من عندنا۔(الصحيح لمسلم ١/ ٤٢٣،ط:قديمي)

في الهندية: ولا يحل بيع شحمها وأطرافها ورأسها وصوفها ووبرها

وشعرها ولبنها الذي يحلبه منها بعد ذبحها بشيء لا يمكن الانتفاع به إلا باستهلاك عينه من الدراهم والدنانير والمأكولات والمشروبات ولا أن يعطي أجر الجزار والذابح منها۔(الهندية ٥/ ٣٠١،ط:رشيديه)

مسئلہ: اپنی قربانی کا گوشت بیچنا جائز نہیں، اگر بیچ دیا تو اس رقم کا استعمال حرام ہے، ساری رقم کسی مسکین کو دینا ضروری ہے۔ البتہ کسی کو اگر کسی اور نے اپنی قربانی کا گوشت دیا ہے اور اس نے وہ گوشت بیچ دیا تو اس کے لیے بیچنا اور اس رقم کا استعمال کرنا جائز ہے۔

(احسن الفتاوی ۷/ ۴۸۶، ط:سعید)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله فإن بيع اللحم أو الجلد به إلخ) أفاد أنه ليس له بيعهما بمستهلك وأن له بيع الجلد بما تبقى عينه وسكت عن بيع اللحم به للخلاف فيه۔ففي الخلاصة وغيرها لو أراد بيع اللحم ليتصدق بثمنه ليس له ذلك وليس له فيه إلا أن يطعم أو يأكل اهـ والصحيح كما في الهداية وشروحها أنهما سواء في جواز بيعهما بما ينتفع بعينه دون ما يستهلك وأيده في الكفاية بما روى ابن سماعة عن محمد لو اشترى باللحم ثوبا فلا بأس بلبسه اهـ (الشامية ٦/ ٣٢٨،ط:سعيد)

مسئلہ: اگر نوکر یا ملازم کا کھانا اس کی تنخواہ کا حصہ ہو یعنی اس کا کھانا بھی تنخواہ میں شمار کیا جاتا ہو تو ایسے ملازم یا نوکر کو قربانی کا گوشت کھانے میں دینا جائز نہیں، البتہ اگر یہ صورت اختیار کی جائے کہ اس کو ان دنوں کے کھانے کی قیمت دیدے تو پھر کھلانا جائز ہوگا۔ البتہ جن کا کھانا اجرت اور تنخواہ کا حصہ نہیں اس کو کھلانا جائز ہے۔

احسن الفتاویٰ میں ہے:

............صحیح دلیل یہ ہے کہ کھانا نوکر کی اجرت کا جزء ہے اور قربانی کا گوشت اجرت میں دینا جائز نہیں۔ نوکر کو گوشت کھلانے کا حیلہ یہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ اس کو ان دنوں کے کھانے کی قیمت دے دی جائے۔ (احسن الفتاویٰ ۷/ ۴۹۴، ط:سعید)

مسئلہ: میت کی وصیت پر تہائی مال سے قربانی کی تو پورا گوشت پوست، مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: (قوله وعن ميت)أي لو

ضحی عن میت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأكل منها۔
(الشامیه ٦/٣٣٥،ط:سعید)

مسئلہ : شرکاء پرواجب ہے کہ قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کریں، اندازہ سے تقسیم کرنا جائز نہیں، البتہ اگر سری یا پائے، کلے یا کھال کے ٹکڑے کر کے ہر حصہ پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا تو وزن کرنا ضروری نہیں اندازہ سے بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ :ويقسم اللحم وزنا لا جزافا إلا إذا ضم معه من الأكارع أو الجلد) صرفا للجنس لخلاف جنسه۔
(الشامية ٦/٣١٧،٣١٨،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر تمام شرکاء ایک گھر کے افراد ہوں جن کا کھانا پینا مشترک ہو تو پھر گوشت کی تقسیم ضروری نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ :ويقسم اللحم وزنا لا جزافا۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله ويقسم اللحم) انظر هل هذه القسمة متعينة أو لا حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته وأولاده الكبار بدنة ولم يقسموها تجزيهم أو لا والظاهر أنها لا تشترط لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت وفي فتاوى الخلاصة و الفيض تعليق القسمة على إرادتهم وهو يؤيد ما سبق غير أنه إذا كان فيهم فقير والباقي أغنياء يتعين عليه أخذ نصيبه ليتصدق به اهـ ط۔ وحاصله أن المراد بيان شرط القسمة إن فعلت لا أنها شرط لكن في استثنائه الفقير نظر إذ لا يتعين عليه التصدق كما يأتي، نعم الناذر يتعين عليه فافهم۔(الشامية ٦/٣١٧،ط:سعيد)

احسن الفتاویٰ میں ہے:
اس صورت میں تقسیم ضروری نہیں کیونکہ یہ اباحت ہے، تملیک وتملک کے معنی اس میں نہیں۔(احسن الفتاویٰ ٧/٥٠٠،ط:سعید)

مسئلہ : اگر تمام شرکاء باہمی رضامندی سے تقسیم سے پہلے مشترک طور پر سارا گوشت یا اس کا کوئی حصہ صدقہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔(احسن الفتاویٰ ٧/٥٠٧،ط:سعید)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله ويقسم اللحم) انظر هل هذه القسمة متعينة أو لا حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته وأولاده الكبار

بدنة ولم يقسموها تجزيهم أو لا والظاهر أنها لا تشترط لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت۔(الشامية ٦/٣١٧،ط:سعيد)

مسئلہ : قربانی کی کھال میں مالک کو اختیار ہے، چاہے صدقہ کردے یعنی کسی مسکین یا مالدار کو دے دے یا اپنے استعمال میں لے آئے یعنی اس سے مصلّٰی، مشکیزہ، ڈول، دسترخوان، جوتے، موزے وغیرہ بنائے یا اس کے عوض ایسی چیز خریدے جسے استعمال کے لیے خرچ نہیں کرنا پڑتا بلکہ باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہو مثلاً کتاب، قلم، کپڑا، برتن وغیرہ، خریدنے کے بعد یہ چیزیں بھی بحکم گوشت وکھال کے ہوجاتی ہیں، چاہے خود استعمال کرے چاہے بیچ کر اس کی رقم مساکین پر صدقہ کردے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ :(ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب) وقربة وسفرة ودلو (أو يبدله بما ينتفع به باقيا) كما مر (لا بمستهلك كخل ولحم) ونحوه كدراهم (فإن بيع اللحم أو الجلد به) أي بمستهلك (أو بدراهم تصدق بثمنه)۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله بما ينتفع به باقيا) لقيامه مقام المبدل فكأن الجلد قائم معنى بخلاف المستهلك۔ ....(قوله فإن بيع اللحم أو الجلد به إلخ) أفاد أنه ليس له بيعهما بمستهلك وأن له بيع الجلد بما تبقى عينه۔(الشامية ٦/٣٢٨،ط:سعيد)
ومثله في اعلاء السنن ١٧/٢٥٩، ط:ادارة القرآن

مسئلہ : گوشت کی طرح کھال میں بھی سب شرکاء شریک ہوتے ہیں لہٰذا دوسروں کے حصے ان کی رضامندی سے خود رکھے یا کسی کو دے۔

في البزازية : وذكر بكر رحمه الله تعالىٰ ان الجلد كاللحم ليس له بيعه والتصدق بثمنه۔(البزازية على هامش الهنديه ٦/٢٩٤،:رشيديه)

مسئلہ : کھال اتارنے میں بے احتیاطی کی وجہ سے کھال میں سوراخ کر کے اسے بے کار اور کم قیمت بنانا جائز نہیں۔

کفایت المفتی میں ہے:
اصل حکم کے لحاظ سے حصہ دار چمڑے کو کاٹ کر بھی لے سکتے ہیں، لیکن کاٹنے سے چمڑے

کی قیمت کم ہوجاتی ہے اور خود چمڑے کو کام میں لانا مقصود نہ ہو تو اس صورت میں کاٹنے سے فقراء کا نقصان متصور ہے، لہٰذا کاٹ کر تقسیم نہیں کرنا چاہیے۔
(کفایت المفتی ۸/۲۲۱، ط: دارالاشاعت)

مسئلہ: کھال اتارنے سے پہلے کھال بیچنا جائز نہیں۔

فی الهندية: ولو باع الجلد والكرش قبل الذبح لا يجوز فإن ذبح بعد ذلك ونزع الجلد والكرش وسلم لا ينقلب العقد جائزا كذا في الذخيرة.
(الهندية ۳/۱۲۹، ط: رشيديه)

مسئلہ: زکوۃ، صدقہ فطر اور قربانی کی کھال کی رقم مسجد، مدرسہ، شفاخانہ یا کسی بھی قسم کے رفاہی ادارے کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں کیونکہ ان تمام چیزوں کا فقیر کی ملکیت میں دینا ضروری ہے اور یہاں تملیکِ فقیر نہیں پائی جاتی۔ البتہ مدرسہ میں پڑھنے والے مستحقین زکوٰۃ طلبہ کے طعام وغیرہ پر خرچ کی جاسکتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ۷/۲۹۵)

فی الهندية: ولا يجوز أن يبني بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه. (الهندية ۱/۱۸۸، ط: رشيديه)

مسئلہ: کھال کے بہترین مصارف یہ ہیں۔

(الف) رشتہ دار نیک مسکین (ب) مجاہدین اسلام (د) دینی مدارس کے طلبہ

فی الهندية: الباب السابع في المصارف: منها الفقير وهو من له أدنى شيء وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة فلا يخرجه عن الفقير ملك نصب كثيرة غير نامية إذا كانت مستغرقة بالحاجة كذا في فتح القدير، التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل كذا في الزاهدي. (الهندية ۱/۱۸۷، ط: رشيديه)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مدارس اسلامیہ کے غریب و نادار طلبہ ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیائے علم دین کی خدمت بھی۔ (جواہر الفقہ ۶/۲۷۴، ط: مکتبہ دار العلوم)

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

”مدارس اسلامیہ کے غریب اور نادار طلباء ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے، احیاء دین کی خدمت بھی“۔ (جواہر الفقہ ۶/۲۷۴)

عیدالاضحیٰ کے دن مسنون ومستحب اعمال

(۱) صبح سویرے اٹھنا۔

(۲) غسل کرنا۔

(۳) حسبِ استطاعت عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا۔

(۴) مسواک کرنا اور خوشبو لگانا۔

(۵) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا، بلا عذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا، بارش وغیرہ اعذار کی بنا پر مسجد میں بھی پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

(۶) عیدگاہ میں سویرے جانا۔

(۷) پیدل جانا۔

(۸) جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔

(۹) تکبیرِ تشریق پڑھتے ہوئے آنا اور جانا۔

(۱۰) عیدالاضحیٰ کی نماز میں جلدی کرنا بخلافِ عیدالفطر۔

فی الهندية: ويستحب يوم الفطر للرجل الاغتسال والسواك ولبس أحسن ثيابه كذا في القنية جديدا كان أو غسيلا كذا في محيط السرخسي ويستحب التختم والتطيب والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة إلى المصلى .... وصلاة الغداة في مسجد حيه والخروج إلى المصلى ماشيا والرجوع في طريق آخر كذا في القنية ولا بأس بالركوب في الجمعة والعيدين والمشي أفضل في حق من يقدر عليه كذا في الظهيرية

...........والاضحى كالفطر فيها إلا أنه يترك الأكل حتى يصلى العيد كذا فى القنية وفى الكبرى الأكل قبل الصلاة يوم الأضحى هل هو مكروه فيه روايتان والمختار أنه لا يكره لكن يستحب له أن لا يفعل كذا فى التتارخانية ويستحب أن يكون أول تناولهم من لحوم الأضاحى التى هى ضيافة الله كذا فى العينى شرح الهداية .... ويكبر فى الطريق فى الأضحى جهرا يقطعه إذا انتهى إلى المصلى وهو المأخوذ به وفى الفطر المختار من مذهبه أنه لا يجهر وهو المأخوذ به كذا فى الغياثية أما سرا فمستحب كذا فى الجوهرة النيرة .... والأفضل أن يعجل الأضحى ويؤخر الفطر كذا فى الخلاصة۔(الهندية ۱/۱۴۹، ۱۵۰،ط:رشيديه)

عیدین کی نماز اور متفرق مسائل

نماز کا طریقہ : نیت کر کے ہاتھ باندھ لیں اور ثناء پڑھ کر قرأۃ شروع کرنے سے پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور ہر مرتبہ مثل تکبیر اول کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور بعد تکبیر کے ہاتھ لٹکا دیں اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر تک وقفہ کریں کہ تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی کہہ سکیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائیں بلکہ باندھ لیں اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ کر حسبِ دستور رکوع، سجدہ کر کے کھڑے ہو جائیں اور دوسری رکعت میں پہلے کی طرح سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لیں اور اس کے بعد تین تکبیریں پہلی رکعت کی طرح کہیں لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھیں بلکہ لٹکائے رکھیں اور تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں۔

عن مسروق قال: كان عبد الله يعلمنا التكبير فى العيدين تسع تكبيرات: خمس فى الأولى وأربع فى الآخرة ويوالى بين القرائتين۔

عن ابن عباس قال: لما كان ليلة العيد أرسل الوليد بن عقبة إلى ابن مسعود وأبى مسعود وحذيفة والأشعرى فقال لهم: إن العيد غدا فكيف التكبير فقال عبد الله: يقوم فيكبر أربع تكبيرات ويقرأ بفاتحة الكتاب

وسورة من المفصل ليس من طوالها ولا من قصارها ثم يركع ثم يقوم فيقرأ فإذا فرغ من القرائة كبر أربع تكبيرات ثم يركع بالرابعة۔

(مصنف ابن ابى شيبة ۱/۴۹۴،ط:مكتبة الرشد)

فى الهندية : ويصلى الإمام ركعتين فيكبر تكبيرة الافتتاح ثم يستفتح ثم يكبر ثلاثا ثم يقرأ جهرا ثم يكبر تكبيرة الركوع فإذا قام إلى الثانية قرأ ثم كبر ثلاثا وركع بالرابعة فتكون التكبيرات الزوائد ستا ثلاثا فى الأولى وثلاثا فى الأخرى وثلاث أصليات تكبيرة الافتتاح وتكبيرتان للركوع فيكبر فى الركعتين تسع تكبيرات ويوالى بين القرائتين وهذه رواية ابن مسعود بها أخذ أصحابنا كذا فى محيط السرخسى ويرفع يديه فى الزوائد ويسكت بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات كذا فى التبيين وبه أفتى مشايخنا كذا فى الغياثية ويرسل اليدين بين التكبيرتين ولا يضع هكذا فى الظهيرية ثم يخطب بعد الصلاة خطبتين كذا فى الجوهرة النيرة ويجلس بينهما جلسة خفيفة كذا فى فتاوى قاضى خان۔(الهندية ۱/۱۵۰،ط:رشيديه)

مسئلہ : نماز کے بعد امام دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے۔

عن جابر قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فطر أو أضحى فخطب قائما ثم قعد قعدة ثم قام۔(سنن ابن ماجة ص: ۹۱،ط:قديمى)

كذا فى صحيح البخارى ۱/۱۳۱،والصحيح لمسلم ۱/۲۸۹،ط:قديمى)

مسئلہ : عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو بھی دونوں نمازیں پڑھی جائیں گی، نیز دونوں میں سبح اسم ربک الاعلی اور ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ پڑھنا افضل ہے۔

عن النعمان بن بشير قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ فى العيدين وفى الجمعة بسبح اسم ربك الأعلى وهل أتاك حديث الغاشية قال: وإذا اجتمع العيد والجمعة فى يوم واحد يقرأ بهما أيضا فى الصلاتين۔

(مسلم ۱/۲۸۸،ط:قديمى)

مسئلہ : جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے نماز سے پہلے بھی اور بعد میں بھی، ہاں بعد نماز عید کے گھر میں آ کر نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور نماز

عید سے پہلے گھر اور عیدگاہ دونوں میں مکروہ ہے۔

وقال أبو المعلى: سمعت سعيدا عن ابن عباس: كره الصلاة قبل العيد............ عن ابن عباس: أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى يوم الفطر ركعتين لم يصل قبلها ولا بعدها ثم أتى النساء ومعه بلال فأمرهن بالصدقة فجعلن يلقين تلقى المرأة خرصها وسخابها۔

(صحيح البخارى ١/١٣٥،ط:قديمى)

(كذا فى الصحيح لمسلم ١/٢٩١،،ط:قديمى وابن ماجه ٩٢،ط: قديمى)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله وكذا لا يتنفل الخ) لما فى كتب الستة عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه خرج فصلى بهم العيد لم يصل قبلها ولا بعدها وهذا النفى بعدها محمول عليه فى المصلى لما روى ابن ماجه عن أبى سعيد الخدرى رضى الله عنه كان رسول الله لا يصلى قبل العيد فإذا رجع إلى منزله صلى ركعتين كذا فى فتح القدير۔

(الشامية ٢/١٧٠،١٧١،ط:سعيد)

مسئلہ : اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آ کر شریک ہوا کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو چکا تھا تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا ہے تو فوراً نیت باندھنے کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قرأۃ شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آ کر شریک ہوا ہے تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں سے فراغت کے بعد امام رکوع میں مل جائے گا تو زائد تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہے تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالتِ رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالتِ رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر قبل اس کے کہ پوری تکبیریں کہہ چکے امام رکوع سے سر اٹھا لے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس سے معاف ہیں۔

فى الهندية : ولو انتهى رجل إلى الإمام فى الركوع فى العيدين فإنه يكبر للافتتاح قائما فإن أمكنه أن يأتى بالتكبيرات ويدرك الركوع فعل ويكبر على رأى نفسه وإن لم يمكنه ركع واشتغل بالتكبيرات عند أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى هكذا فى السراج الوهاج ولا يرفع يديه إذا أتى

بتكبيرات العيد فى الركوع كذا فى الكافى ولو رفع الإمام رأسه بعدما أدى بعض التكبيرات فإنه يرفع رأسه ويتابع الإمام وتسقط عنه التكبيرات الباقية كذا فى السراج الوهاج۔(الهندية ١/١٥١،ط:رشيديه)

مسئلہ : اگر کسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں گزر جائے تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأۃ کرے اس کے بعد تکبیر کہے اگرچہ قاعدہ کے موافق پہلے زائد تکبیریں کہنی چاہیے تھیں لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے در پے ہو جاتی ہیں اور یہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا مذہب نہیں ہے اس لیے اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ :(ولو أدرك) المؤتم (الإمام فى القيام) بعد ما كبر(كبر) فى الحال برأى نفسه لأنه مسبوق ولو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر لئلا يتوالى التكبير۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :(قوله لئلا يتوالى التكبير) أى لأنه إذا كبر قبل القراءة وقد كبر مع الإمام بعد القراءة لزم توالى التكبيرات فى الركعتين، قال فى البحر ولم يقل به أحد من الصحابة، ولو بدأ بالقراءة يصير فعله موافقا لقول على رضى الله عنه فكان أولى كذا فى المحيط۔

(الشامية ٢/١٧٤،ط:سعيد)

مسئلہ: اگر امام زائد تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہیے کہ حالت رکوع میں زائد تکبیریں کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن ہر حال میں بوجہ کثرت ازدحام کے سجدہ سہو نہ کرے۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : لو ركع الإمام قبل أن يكبر فإن الإمام يكبر فى الركوع ولا يعود إلى القيام ليكبر) فى ظاهر الرواية فلو عاد ينبغى الفساد۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله فلو عاد ينبغى الفساد) تبع فيه صاحب النهر وقد علمت أن العود رواية النوادر على أنه يقال عليه ما قاله ابن الهمام فى ترجيح القول بعدم الفساد فيما لو عاد إلى القعود الأول بعد ما استتم قائما بأن فيه رفض لأجل الواجب وهو إن لم يحل فهو بالصحة لا يخل۔(الشامية ٢/١٧٤،ط:سعيد)

فی الهندية : السهو فی الجمعة والعيدين والمكتوبة والتطوع واحد إلا أن مشايخنا قالوا لا يسجد للسهو فی العيدين والجمعة لئلا يقع الناس فی فتنة كذا فی المضمرات ناقلا عن المحيط۔(الهندية ۱/۱۲۸،ط:رشيديه)

مسئلہ: عید کی نماز کے لیے اذان واقامت نہیں۔

وعن جابر بن سمرة قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم العيدين غير مرة ولا مرتين بغير أذان ولا إقامة۔ رواه مسلم۔

(مشکوٰۃ ۱۲۵،ط:قدیمی)

نمازِ عیداورزائد تکبیریں

نمازِ عید میں زائد تکبیریں صرف چھ ہیں، تین پہلی رکعت میں قرأۃ سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں قرأۃ کے بعد۔

دلیل نمبرا: قاسم ابوعبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو عید کی نماز پڑھائی تو (بشمول تکبیرِ رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ یہ جنازے کی تکبیروں کی طرح ہیں اسے نہ بھولو اور انگوٹھا بند کر کے چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

حدثنی الوضين بن عطاء أن القاسم أبا عبد الرحمن حدثه ، قال: حدثنی بعض أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلى بنا ، النبی صلى الله عليه وسلم يوم عيد ، فكبر أربعا ، وأربعا ، ثم أقبل علينا بوجهه حين انصرف ، قال: لا تنسوا ، كتكبير الجنائز ، وأشار بأصابعه ، وقبض إبهامه۔

(شرح معانی الآثار ۲/۳۷۱،ط:حقانیه)

تنبیہ : یہ حدیث مقبول اور صالح للاحتجاج ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں: فهذا حديث حسن الاسناد وعبد الله ابن يوسف ويحيى بن حمزة والوضين والقاسم كلهم اهل رواية معروفون بصحة الرواية۔

(شرح معانی الآثار ۲/۳۷۱،ط:حقانیه)

دلیل نمبر۲: حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے بھی رسول اللہ ﷺ کی

نماز کا یہی طریقہ روایت کیا ہے۔

وعن سعيد بن العاص قال: سألت أبا موسى وحذيفة: كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر فی الأضحى والفطر فقال أبو موسى: كان يكبر أربعا تكبيره على الجنازه۔ فقال حذيفة: صدق۔ رواه أبو داود

(مشکوة ۱۲٦،ط:قدیمی)

(كذا فی مسند احمد ٤/٤١٦،ابو داؤد ١/١٦٣،طحاوی ٢/٢٣٩)

دلیل نمبر۳: اجماعِ صحابہ ؓ : خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کو رفع کرنے کے لیے صحابہ کرام ؓ نے خلیفہ راشد کی سرپرستی میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ تکبیراتِ جنازہ تعداد میں تکبیراتِ عیدین کی طرح ہوں گی یعنی جس طرح عیدین میں (بشمول تکبیرِ رکوع) ایک رکعت میں چار تکبیریں ہیں اسی طرح جنازے میں بھی چار تکبیریں ہوں گی۔

قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالىٰ :ثم قد روى عن أكثر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فی صلاتهم على جنائزهم ، أنهم كبروا فيها أربعا فمما روى عنهم فی ذلـ لك ما حدثنا أبو بكرة ، قال: ثنا مؤمل ، قال: ثنا سفيان ، عن عامر بن شقيق عن أبی وأيل ،: أن عمر بن الخطاب رضی الله عنه ، جمع أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فسألهم عن التكبير على الجنازة ، فأخبر كل واحد منهم بما رأى ، وبما سمع ، فجمعهم عمر رضی الله عنه على أربع تكبيرات كأطول الصلوات ، صلاة الظهر۔

(شرح معانی الآثار ۱/۳۱۹،ط:حقانیه)

سندِ اجماع: اس اجماعِ صحابہ کی سند کے تمام راوی ثقہ اور مقبول ہیں۔

(۱) فهد كان ثقة۔ (حاشیۂ شرح معانی الآثار۱/۱۱،ط:حقانیہ)

(۲) علی بن معبد فكبير ثقة۔ (میزان الاعتدال۳/۱۵۴،ط:دارالفکر)

(۳) عبيد الله بن عمرو ثقة فقيه۔ (حاشیۂ شرح معانی الآثار ۱/۱۳۹)

(۴) زيد بن ابی انيسة ثقة۔ (حاشیۂ الطحاوی۱/۱۰۱)

(۵) حماد و ابراهيم اظهر من الشمس(كمالا يخفى على من له المعرفة بالرجال)

دلیل نمبر۴: حضرت ابن مسعود ؓ نے سعید ابن العاص ؓ کے سوال کے جواب میں

حضرت حذیفہ و ابوموسیٰ اشعری ؓ کی موجودگی میں فرمایا کہ (نمازِ عید کا طریقہ یہ ہے کہ) چار تکبیریں (بشمول تکبیرِ تحریم) کہہ کر قرأۃ کریں پھر تکبیر اور رکوع کریں، دوسری رکعت میں قرأۃ کے بعد (بشمول تکبیرِ رکوع) چار تکبیریں کہیں۔

قال النیموی رحمہ اللہ تعالیٰ اسنادہ صحیح۔ (آثار السنن ۲۸۰، ط: رحمانیہ)

سوال: ان احادیث کے خلاف جن حدیثوں میں بارہ زائد تکبیرات کا ذکر ہے ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: محدثین حضرات ان کے دو جواب دیتے ہیں۔

(۱) یہ ان روایات کے مقابلے میں کمزور ہیں جن میں صرف چھ زائد تکبیروں کا ذکر ہے۔

محدثِ کبیر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ چھ زائد تکبیروں کی روایات کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

کلھم اھل روایۃ معروفون بصحۃ الروایۃ لیس کمن روینا عنہ الآثار الاول فان کان ھذا الباب من طریق صحۃ الاسناد یؤخذ فان ھذا اولیٰ ان یؤخذ بہ۔ (شرح معانی الآثار ۲/۳۷۱، ط: حقانیہ)

(۲) بارہ زائد تکبیروں والی روایات منسوخ ہیں، دلیلِ نسخ یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ پر صحابہ کرام ؓ کا اتفاق ہو جائے تو اس کے خلاف احادیث منسوخ سمجھی جاتی ہیں اگرچہ ان کے نقل کرنے والے بھی خود یہی صحابہ کرام ہی ہوں جیسے جنازہ میں چار تکبیروں کی تعیین اور حدِ خمر میں توقیت اور ترکِ بیع امہات اولاد، ان حضرات کے اتفاق و اجماع سے ثابت ہے اور روایاتِ مختلفہ منسوخ ہیں۔

قال الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: وما فعلوا من ذلک واجمعوا علیہ بعد النبی ﷺ فھو ناسخ لما قد کان فعلہ النبی ﷺ۔ (شرح معانی الآثار ۱/۳۱۹، ط: حقانیہ)

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو آپ ﷺ اور رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کا خطاب پانے والے نفوسِ مطہرہ کی پیروی کی توفیق عطاء فرمائیں۔

سوالاتِ منتظرہ: جو لوگ نہ مجتہد ہیں اور نہ ہی کسی مجمع علیہ مجتہد کے مقلد بلکہ آوارہ اور لامذہب ہیں ان سے صرف تین سوال:

(۱) نمازِ عید کی زائد تکبیروں میں رفعِ یدین فرض ہے یا سنت؟ جواب صحیح، صریح، غیر معارض، مرفوع حدیث سے دینا آپ کا فرضِ منصبی ہے، تکبیراتِ نماز پر قیاس کر کے شیطان بننے کی ضرورت نہیں۔

(۲) نمازِ عید میں خواتین کا بلند آواز سے آمین نہ کہنا اور مردوں کا کہنا، یہ فرق اگر حدیث میں ہے تو بتائیں، استنباط اور قیاس کی اجازت نہیں۔

(۳) عید میں اشتہارات اور دیگر ذرائع ابلاغ سے خواتین کو نہایت اہتمام کے ساتھ عید گاہ میں لانا جبکہ پنج وقتہ فرض نمازوں میں یہ اہتمام نظر نہیں آتا، دونوں میں فرق جس حدیث سے ثابت ہے اس کا حوالہ ضروری ہے۔

﴿جانور کو خصی کرنے کا حکم﴾

جانور کو خصی کرنا جائز ہے (اس نیت سے کہ یہ سرکش نہ رہے اور اس کا گوشت لذیذ ہو جائے) اور اس کی قربانی بھی جائز بلکہ افضل ہے۔

محمد قال: اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال: لابأس باخصاء البھائم اذا کان یراد بہ صلاحھا قال محمد: وبہ نأخذ وھو قول أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (کتاب الآثار ص ۱۷۶، ط: ادارۃ القرآن)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں جبکہ مقصود اس سے یہ ہو کہ سرکش نہ رہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اس قول کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

(۱) متعدد صحابہ ؓ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خود خصی جانور کی قربانی کی ہے۔

ضحی رسول اللہ ﷺ بکبشین املحین موجوئین (خصیتین)۔ (الحدیث)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے دو سیاہ رنگ والے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

اس قسم کے مضمون کی احادیث درج ذیل صحابہ کرام ؓ سے بھی مروی ہیں:

(۱) حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۵) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(مجمع الزوائد ۴/۱۸، ط: دار الفکر۔ طحاوی ۲/۲۷۶، ط: حقانیہ ۔ابن ماجہ ص:۲۲۵، ط: قدیمی، مشکوۃ ص:۱۲۷، ط: قدیمی)

فائدہ : اگر جانور کا خصی کرنا ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ مجمع عام میں اس کی قربانی نہ کرتے، آپ ﷺ کا مجمع عام میں خصی جانور کی قربانی کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جانور کو خصی کرنا جائز ہے۔

قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ : وقد رأينا رسول الله ﷺ ضحی بكبشين موجوئين وهما المضوضان خصا هما و المفعول به ذلك قد انقطع ان يكون له نسل فلو كان اخصاء هما مكروها اذا لما ضحى بهما رسول الله ﷺ لينتهى الناس عن ذلك فلا يفعلونه لانهم متى ماعلموا ان ما اخصى تجنب او تجافى احجموا عن ذلك فلا يفعلوه۔

(شرح معانی الآثار ۲/۳۵۶، ط: حقانيه)

ترجمہ : امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی ....پس اگر ان کا خصی کرنا مکروہ اور ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ ان کی قربانی نہ کرتے تا کہ لوگ ان کے خصی کرنے سے منع ہو جائیں، اس لیے کہ جب لوگ جانتے کہ خصی کی قربانی سے بچنا ضروری ہے تو وہ پھر رک جاتے اور ایسا کام نہ کرتے۔

(۲) جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

قال لا بأس بخصآء الدواب۔

(مصنف ابن ابی شيبه ۷/۵۷۵، ط: دار الفكر سنن كبریٰ

۱۰/۲۵، ط: اداره تاليفات)

ترجمہ : جانوروں کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) عظیم القدر تابعی، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ : محمد قال : اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال : لا بأس باخصآء البهائم۔

(كتاب الآثار ص: ۱۷۶، ط: ادارة القرآن)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(٤) حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: حدثنا وكيع قال حدثنا مالك بن مغول قال سألت عطاء عن خصاء الخيل، قال: ماخيف عضاضة و سوء خلقه فلا بأس به۔

ترجمہ: مالک بن مغول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ سے گھوڑوں کے خصی کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ جس جانور کے کاٹنے اور سرکش ہونے کا ڈر ہو تو پھر اس کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۵۷۵، ط: دار الفکر طحاوی ۲/۳۵۶، ط: حقانیہ)

(۵) عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم :

عن بشير قال : امرنی عمر بن عبد العزيز رحمه الله تعالیٰ اخصى بغلاله فی خلافته۔ (سنن كبریٰ ۱۰/۲۵، ط: اداره تاليفات)

ترجمہ: حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دورِ خلافت میں اپنے خچر کے خصی کرنے کا حکم دیا۔

(٦) عظیم تابعی حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل :

عن ابن طاؤس عن ابيه انه اخصى جملا۔

(مصنف عبد الرزاق ٤/٤٥٦، ط: ادارة القرآن طحاوی ۲/٥٦، ط: حقانيه)

ترجمہ : حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اونٹ کو خصی کیا تھا۔

(۷) جلیل الشان تابعی حضرت عروہ رحمہ اللہ کا عمل :

عن هشام عن عروة رحمه الله تعالى عن ابيه انه اخصىٰ بغلاله۔

(مصنف عبد الرزاق ٤/٤٥٦، ط: ادارة القرآن سنن كبری، ط: اداره

تالیفات طحاوی ۲/۵۶،ط:حقانیه)

ترجمہ : حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خچر کو خصی کیا۔

(۸) محدثِ عظیم ابوزکریا النووی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان :

قال النووی رحمه الله تعالیٰ : لایجوز خصاء حیوان لا یوکل فی صغره ولا فی کبره ویجوز اخصاء الماکول فی صغره لان فیه غرضا وهو طیب لحمه۔ (روح المعانی ۳/۱۵۰،ط:امدادیه)

ترجمہ: حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حیوان غیر ماکول اللحم کا خصی کرنا جائز نہیں، چاہے چھوٹی عمر میں ہو یا بڑی عمر میں اور حیوان ماکول اللحم کا خصی کرنا چھوٹی عمر میں جائز ہے اس لیے کہ اس سے مقصود گوشت کا عمدہ ہونا ہے۔

(۹) امام تعبیر الرؤیا محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول :

عن ایوب عن ابن سیرین قال : لاباس بخصاء الخیل لو ترکت الفحول لا کل بعضها بعضاً۔(مصنف ابن ابی شیبه ۷/۵۷۵،ط:دا الفکر سنن کبری ۱۰/۲۵،ط:اداره تالیفات)

ترجمہ : حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کے خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں، اگر نر جانور کو ویسے چھوڑ دیا جائے تو ایک دوسرے کو کھا جائیں گے۔

(۱۰) قال الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ : ولا یشبه اخصاء البهائم اخصاء بنی آدم لان اخصاء البهائم انما یراد به ما ذکرنا من سمانتها وقطع عضها فذلک مباح و بنو آدم فانما یراد باخصائهم المعاصی فذلک غیر مباح۔(طحاوی ۲/۳۵۶،ط:حقانیه)

ترجمہ : محدثِ عظیم امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کا خصی کرنا آدمیوں کے خصی کرنے کے مشابہ نہیں، بوجہ اس کے کہ مقصود جانوروں کے خصی کرنے سے انکا فربہ ہوجانا اور سرکش نہ رہنا ہے، لہٰذا جانور کا خصی کرنا جائز ہے اور آدمیوں کے خصی بنانے سے مقصود صرف معصیت ہوتی ہے اس وجہ سے ناجائز ہے۔

(۱۱) قال الامام البیهقی رحمه الله تعالیٰ : ویحتمل جواز ذلک اذا

اتصل به غرض صحیح کما حکینا عن التابعین و روینا فی کتاب الضحایا تضحیة النبی ﷺ بکبشین موجوئین وذلک لما فیه من تطییب اللحم۔

(سنن کبریٰ ۱۰/۲۵،ط:اداره تالیفات)

ترجمہ : امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے جبکہ اس سے غرض صحیح مطلوب ہو، جیسا کہ ہم نے جلیل القدر تابعین کے اقوال و اعمال نقل کیے اور کتاب الضحایا میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی کیوں کہ اس سے جانور کا گوشت لذیذ ہوجاتا ہے۔

(۱) علامہ زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة الزیلعی رحمه الله تعالیٰ : وخصاء البهائم ای جاز لانه علیه الصلوٰة والسلام ضحی بکبشین املحین موجوئین والموجوء هو الخصی۔(تبیین الحقائق ۶/۳۱،ط:امدادیه)

ترجمہ : جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے اس لیے کہ آپ ﷺ نے دو سیاہ سفید رنگ والے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

(۲) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ : وخصی البهائم یعنی یجوز لانه علیه الصلوٰة والسلام ضحی بکبشین املحین موجوئین والموجوء هو الخصی۔(البحر الرائق ۸/۳۷۴،۳۷۵،ط:رشیدیه)

(۳) علامہ مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة المرغینانی رحمه الله تعالیٰ : ولا بأس بخصاء البهائم۔

(هدایة مع فتح القدیر ۸/۴۹۷،ط:رشیدیه)

ترجمہ : جانوروں کی خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(۴) امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال فی الخانیة : ولا بأس بخصاء البهائم۔

(الخانیة علی هامش الهندیة ۳/۴۱۰،ط:رشیدیه)

ترجمہ : امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے خصی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(۵) علامہ ابن البزاز الکردری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال فی البزازیة : ولا بأس بخصاء البهائم۔

(البزازیه علی هامش الهندیة ٦/٣٧١،ط:رشیدیه)

ترجمہ : جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے۔

(٦) علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ : (قوله وقید ه) ای جواز خصاء البهائم بالمنفعة وهی ارادة سمنها ومنعها عن العض بخلاف بنی آدم فانه یراد به المعاصی فیحرم ، أفاده الاتقانی عن الطحاوی۔

(الشامیة ٦/٣٨٨،ط:سعید)

(۷) مفتی شام علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ : وجاز خصاء البهائم حتی الهرة۔(الدر مع الرد ٦/٣٨٨،ط:سعید)

ترجمہ : جانوروں کا خصی کرنا جائز ہے۔

سوال : کیا جانوروں کے خصی کرنے کی ممانعت میں کوئی صحیح حدیث آئی ہے؟

جواب : نہیں، کسی بھی صحیح حدیث میں اس کی ممانعت موجود نہیں۔

اعتراض ۱ : ''مجمع الزوائد'' میں تو سندِ صحیح سے یہ حدیث موجود ہے:

عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما ان رسول الله ﷺ نهی عن صبر ذی الروح وعن اخصاء البهائم نهیا شدیداً۔

(مجمع الزوائد ٥/٤٨٣،ط:دار الفکر)

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے کسی جانور کو باندھ کر تیراندازی کرنے سے اور جانور کو خصی بنانے سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔

جواب : اس حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان صرف ''عن صبر ذی الروح '' تک

ہے۔آگے'' عن اخصاء البهائم نهیا شدیداً '' یہ ٹکڑا امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، آپ ﷺ کا فرمان نہیں۔

دیکھو! امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

(قال الشیخ) قوله واخصاء البهائم صبر شدید قیاس علی مانهی عنه من صبر الروح وهو قول الزهری رحمه الله تعالیٰ فقد رواه غیر عبید الله عن ابی ذئب مرسلاً وجعل الکلام فی الاخصاء عن قول الزهری۔

(سنن کبریٰ ١٠/٢٤،ط:اداره تالیفات)

اعتراض ۲ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق منقول ہے:

کان ینهی عن اخصاء البهائم۔ (کہ وہ جانور کو خصی بنانے سے منع فرمایا کرتے تھے) اس کا کیا جواب ہے؟

جواب : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول وہ ہے جو ''بواسطہ غیر عاصم'' منقول ہے وہ منقطع ہے اور جو ''بواسطہ عاصم'' ہے اس میں بھی ضعف ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وهذا منقطع و روایات عاصم فیها ضعف۔ والله اعلم''۔

(سنن کبریٰ ١٠/٢٤،ط:اداره تالیفات)

اشکال : عن انس رضی الله عنه فی قوله تعالیٰ : ﴿فلیغیرن خلق الله﴾ قال من تغییر خلق الله الخصاء ۔ کہ خصی کرنا اللہ تعالیٰ کی پیدائش کو تبدیل کرنا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب : اس کے کئی جواب ہیں:

(۱) جس نے اس سے استدلال کیا ہے اس نے اس کی سند کی بحوالہ توثیق کی زحمت نہیں فرمائی۔

(۲) ''تغییر خلق اللہ'' کو خصی بنانے پر محمول کرنا یقینی نہیں بلکہ بعض نے تو اس کو غلط قرار دے کر کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کو تبدیل کرنا ہے۔

''مصنف عبد الرزاق'' میں اس تاویل کو غلط قرار دیتے ہوئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں: اخطأ۔ لیغیرن خلق الله قال دین الله۔

(مصنف عبد الرزاق ٤/٤٥٧، ط:ادارة القرآن)

فرماتے ہیں کہ اس سے خصی کرنا مراد لینا غلط ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔

(۳) اس آیت کے تحت حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جنہوں نے ''تغیرِ خلق اللہ'' سے خصی بنانا مراد لیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ مَردوں کو خصی بنانا ناجائز ہے نہ کہ دوسرے جانوروں کا خصی بنانا۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں :

.... بفقء عین الحامی واعفائه عن الرکوب او بالخصاء وهو مباح فی البهائم محظور فی بنی آدم۔(تفسیر مدار ك ١/٢٥٢، ط:دار الفکر)

علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں جس خصاء کی حرمت ہے وہ آدمیوں کو خصی بنانے میں ہے، جانوروں کا خصی بنانا مباح ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

احمد ممتاز

دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

مدنی کالونی ہاکس بے روڈ گریکس ماری پور کراچی

۲۲/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ